بی بی زینب

وجیہہ سحر

ناول

بی بی زینب

وجیہہ سحر

سائیں سجاول زینب کی بات کا کیا جواب دیتا، اس کی آنکھوں میں تو شیطانیت ناچ رہی تھی۔ اس نے زینب کے سر سے چادر کھینچ لی۔ جونہی زینب کا سر ننگا ہوا، سائیں سجاول کے گرد آگ بھڑک اٹھی۔ یہ کیسی آگ تھی کہ وہ آگ کی لپیٹ میں چیختا چلاتا رہا لیکن اس کے ہاتھ میں تھامی زینب کی چادر کو آگ نے چھوا تک نہیں۔ زینب نے اس شیطان کے ہاتھ سے اپنی چادر کھینچی اور اس کمرے سے باہر چلی گئی۔ پورے کمرے کو آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ حویلی میں شور برپا ہوا تو فرحت چیختی چلاتی اپنا سینہ پیٹنے لگی......

آج کا دن رحیم بخش اور اس کی بیوی فرحت کے لئے انتہائی خوشی کا دن تھا۔ ان کا اکلوتا بیٹا سلیمان شہر سے اعلیٰ تعلیم مکمل کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گاؤں آ رہا تھا۔

رحیم بخش کی گاؤں میں سولہ ایکڑ زمین تھی جس سے حاصل ہونے والی فصل سے گزر بسر اچھی ہو جاتی تھی۔

فرحت نے سلیمان کی پسند کے سبھی کھانے تیار کر رکھے تھے۔ جونہی کسی تانگے کے پہیوں کی چناخ سے آواز آتی وہ دوڑتی دروازے کی چوکھٹ پر جا پہنچتی۔ باہر چارپائی پر بیٹھا رحیم بخش حقے کا کش لیتے ہوئے اسے ہاتھ سے اشارہ کرتا۔

”بس آنے ہی والا ہے تیرا لاڈلہ۔“

رحیم بخش کے ساتھ بیٹھے ہوئے دوست اس کی اس خوشی میں شریک تھے۔ جونہی سلیمان گھر پہنچا تو فرحت نے باپ بیٹے کو دروازے کے باہر ہی روک لیا۔

وہ سفید ململ کے کپڑے کی پوٹلی سلیمان کے سر سے وارتے ہوئے اس کی بلائیں لینے لگی، پھرتی سے اس نے وہ پوٹلی جلتے چولہے میں جھونک دی۔ گھر میں داخل ہوتا سلیمان بیزاری سے چھینکتا ہوا بولا۔

”یہ کیا مرچوں کی بد بو پھیلا دی ہے۔“

فرحت بیٹے کو چارپائی پر بٹھاتے ہوئے بولی۔

”میرے شہری بابو کو کسی کی نظر نہ لگے۔“

سلیمان نے ماں کو بانہوں کے حصار میں لے لیا۔ ”میری پیاری امی! آپ نہیں بدلیں۔“

"تم بدل کے تو آئے ہو شہر سے۔" مارے خوشی کے الفاظ فرحت کے منہ سے اٹک اٹک کے نکل رہے تھے۔
سلیمان نے اپنے گھر کی درودیوار کو دیکھتے ہوئے لمبی سانس کھینچی۔ "اس سوندھی مٹی کی خوشبو تو میری رگوں میں ہے، میں کیسے بدل سکتا ہوں۔"
اپریل کی خوبصورت شام میں گھر کا آنگن موتیے کی خوشبوؤں سے مہک رہا تھا۔ سکھ چین کے گھنے درخت کے سائے تلے بچھی چارپائی پر بیٹھا سلیمان اپنی اٹیچی کیس سے کچھ نکال رہا تھا۔ بادامی رنگ کا لٹھے کا سوٹ اس نے اپنے والد کی طرف بڑھایا۔
"بابا، یہ آپ کے لیئے ہے۔"
کاسنی رنگ کا شفون کا جوڑا اس نے ماں کو دیا۔ شوخ گلابی رنگ کا جوڑا جو ابھی اٹیچی کیس میں ہی پڑا تھا، فرحت نے ہاتھ میں لیتے ہوئے پوچھا۔
"یہ......وہ......وہ۔"
فرحت شرارت بھرے انداز میں مسکرائی۔ "میں سمجھ گئی، یہ جوڑا تم زینب کے لئے لائے ہو۔"
سلیمان کا خوشی میں کھلا ہوا چہرہ یک لخت مرجھا گیا۔ وہ کھوئے لہجے میں بولا۔ "آپ کی مرضی ہے جس کو بھی دے دیں۔"
"اسی کو دوں گی جس کے لیئے لائے ہو۔" فرحت بیٹے کا چہرہ نہ پڑھ سکی۔
فرحت ایسا کافی عرصے سے کر رہی تھی۔ سلیمان کے تاثرات کو وہ اپنے ذہن سے خود ہی کوئی مطلب دے دیتی، کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ زینب کے ذکر سے کیوں کتراتا ہے۔
وہ ہر ایک سے بہت وثوق سے کہتی۔ "زینب کو تو میں نے اپنے سلیمان کے لئے اپنی بہن بلقیس سے بچپن میں ہی مانگ لیا تھا۔"
اور جب سے زینب نے میٹرک پاس کیا تھا بلقیس باتوں ہی باتوں میں فرحت کو کہہ چکی تھی کہ اب سلیمان آئے تو اس کا اور زینب کا بیاہ کر دیا جائے۔

فرحت سلیمان کے کپڑے استری کرتے ہوئے سلیمان سے مخاطب ہوئی۔ ''کل دوپہر کو کسی دوست کی طرف نہ جانا، تمہاری خالہ بلقیس نے ہمیں کھانے پر بلایا ہے۔''

''ٹھیک ہے!'' یہ کہہ کر سلیمان باہر چلا گیا۔

سلیمان کے جانے کے بعد رحیم بخش نے فرحت سے کہا۔ ''ایک عجیب سا اندیشہ کھٹک رہا ہے میرے من میں۔''

''ہائے! کیسا اندیشہ۔'' فرحت چارپائی پر آلتی پالتی مارے بیٹھ گئی۔

''ایسا لگتا ہے کہ سلیمان زینب سے رشتے پر خوش نہیں ہے۔ میں یہ بات پچھلے دو سالوں سے محسوس کر رہا ہوں۔''

''وہم ہے تمہارا، میں اپنے بیٹے کو جانتی ہوں، اس کے من کی بات کبھی اس کے چہرے پر نظر نہیں آتی، زینب جیسی لڑکی تو چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی، سگھڑ ہے، خوبصورت ہے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ پڑھی لکھی ہے۔'' فرحت نے کہا۔

''بہرحال کل تم نے بلقیس سے کوئی بات نہیں کرنی۔ ان کے گھر سے آنے کے بعد میں سلیمان سے بات کروں گا، اگر سلیمان راضی ہو گیا تو اسی مہینے زینب کو بہو بنا کر گھر لے آئیں گے۔''

☆......☆......☆

بلقیس تو جیسے ہواؤں میں اڑ رہی تھی۔ ''شہر سے پڑھ کر آیا ہے میرا سلیمان، کھانا سلیقے سے پیش کرنا۔'' بلقیس عرشیہ سے کہہ رہی تھی جو زینب کا کچن میں ہاتھ بٹا رہی تھی۔ بہت گہری دوستی تھی دونوں میں۔

''خالہ! کھانا تو ایک گھنٹے سے تیار ہے۔ آپ کے مہمانوں نے تو بہت دیر کر دی ہے۔'' عرشیہ نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

''ارے دیر تو ہو ہی جاتی ہے، تم کیوں دم کٹی بلی کی طرح ادھر ادھر پھر رہی ہو۔'' بلقیس موڑھوں کے غلاف درست کرتے ہوئے بولی۔

تیکھے نقوش والی عرشیہ نے اپنی چادر اٹھائی اور تپ کر بولی۔ ''آپ کی آنکھوں میں اتنی کھٹک رہی ہوں تو میں چلی جاتی ہوں، کام تو سارا ختم ہو ہی گیا ہے۔''

بلقیس جھٹ سے مسکرادی۔ ''ارے روٹھ کر کہاں جا رہی ہے، تمہاری وجہ سے تو گھر میں رونق رہتی ہے،ہم ماں بیٹی کے علاوہ اس گھر میں اور کون ہے، زینب کی تو کم گوئی کا یہ عالم ہے کہ اس کے اس گھر میں ہونے کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ تم تو بہن ہو میری زینب کی، تمہیں تو اس کے سارے شگن پورے کرنے ہیں۔''

عرشیہ نے کچن کی کھڑکی کے قریب کھڑی زینب کی طرف دیکھا۔ ''ہائے بیچارے سلیمان بھائی! کسی گونگی لڑکی سے شادی کر لیتے، دو لفظ سننے کے لئے انتظار تو نہیں کرنا پڑے گا نہ۔''

زینب بیلنا اٹھائے عرشیہ کے پیچھے بھاگی۔

''بچاؤ خالہ......'' کچے کھلے آنگن میں عرشیہ بھاگ رہی تھی اور زینب اس کے پیچھے بھاگ رہی تھی کہ اچانک دروازے سے داخل ہوتے ہوئے سلیمان سے جا ٹکرائی۔ سلیمان کو سامنے دیکھ کر اس کا گورا چہرہ حیا سے سرخی مائل ہوگیا۔

وہ آنچل میں سمٹ کر رہ گئی۔ سرخ موتی اور نگینوں کے کام سے تیار کی ہوئی فیروزی قمیض، سرخ شلوار اور اس کے ساتھ فیروزی اور سرخ رنگ کے ڈبل شیڈ کے دوپٹے میں وہ بلا کی خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس نے سیاہ لمبے بالوں کو شیشوں سے جڑے پراندے میں باندھا ہوا تھا۔

فرحت اور رحیم بخش نے زینب کے سر پر پیار دیا۔ زینب نے ان سب کو مشروب پیش کیا۔ فرحت تو ستائشی نظروں سے زینب کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

''ماشاءاللہ آج تو میری بیٹی بہت پیاری لگ رہی ہے۔''

سلیمان نے بھی اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی۔ وہ واقعی سراپا حسن تھی۔

سلیمان کو من ہی من میں اعتراف تھا کہ زینب کو خدا نے ہر خوبی سے نوازا ہے۔ جتنا اس کا چہرہ خوبصورت ہے اتنی ہی اچھی سیرت بھی رکھتی ہے لیکن سلیمان کے من میں کوئی ایسی بات تھی جس نے اس کی آنکھوں کو اداس کر دیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خوشی کی وہ چمک نہیں تھی جس میں زینب کا عکس ہو۔ کھانے کے بعد فرحت اور رحیم بخش بلقیس کے ساتھ گپ شپ میں مصروف ہو گئے۔ سلیمان خاموش بیٹھا بزرگوں کی باتیں سنتا رہا۔ بلقیس

سلیمان سے مخاطب ہوئی۔

”بیٹا! خیر سے بی اے کر لیا ہے۔اب آگے تمہارا کیا ارادہ ہے؟۔“

سلیمان نے دھیمے سے لہجے میں جواب دیا۔”میرا نوکری کا ارادہ نہیں ہے، میں اِدھر گاؤں میں ہی کاروبار کرنا چاہتا ہوں، بس خالہ آپ دعا کریں۔“

سلیمان نے بلقیس کے دل کی بات کہہ دی۔وہ مسکرا کر بولی۔”میری دعائیں تو ہر پل تمہارے ساتھ ہیں۔“

خوشگوار ماحول میں کب شام ہوئی پتہ ہی نہیں چلا۔شام کی چائے کے بعد فرحت اور رحیم بخش نے جانے کی اجازت مانگی۔

رات کے وقت رحیم بخش اور سلیمان اکٹھے بیٹھے تو رحیم بخش نے سلیمان سے کہا۔”تمہارا ذہن کس کاروبار کی طرف ہے؟“

”ابا، میں نے کپڑے کا کاروبار کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔شہر میں میرے دوست کی کپڑوں کی دکان ہے۔اس کے ساتھ مل کر اس کاروبار کے متعلق کافی سوچا ہے۔میرا رجحان اسی کاروبار کی طرف ہے۔ آگے جیسا آپ کہیں۔“

”میں نے کیا کہنا ہے۔کاروبار تو تم نے کرنا ہے۔اگر تمہارا رجحان کپڑے کے کاروبار کی طرف ہے تو یہی کاروبار کر لو۔“ رحیم بخش نے کہا۔

”سوچ رہا ہوں کہ بینک سے قرضہ لے لوں۔“ سلیمان نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

رحیم بخش نے اس کا کاندھا تھپتھپایا۔”قرضہ لینے کی بات کیوں کر رہے ہو، تم سولہ ایکڑ زمین کے مالک ہو، کچھ زمین بیچ کر کاروبار کر لو۔“

باپ کی بات سن کر سلیمان کے چہرے پر بشاشت دوڑ گئی۔

”ابا، آپ نے تو میرا مسئلہ ہی حل کر دیا۔آپ دیکھتے جائیں خدا کے فضل سے میں کیسے آپ کو کامیاب ہو کر دکھاتا ہوں۔“

”بیٹا، مجھے تم سے زینب کے بارے میں بات کرنی ہے۔“
سلیمان کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی۔
رحیم بخش نے دوبارہ بات شروع کی۔”میں اور تمہاری ماں چاہتے ہیں کہ تمہاری اور زینب کی شادی کر دی جائے۔اس کے بعد تم کاروبار کر لینا۔“
سلیمان نے رحیم بخش کی بات کا جواب نہیں دیا۔رحیم بخش بہت دیر تک سلیمان کے سپاٹ چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔رحیم بخش نے اس کے بے چینی سے حرکت کرتے ہوئے ہاتھوں کو اپنے بوڑھے ہاتھوں میں تھام لیا۔
”تمہارے دل میں جو بات ہے بتا دو، دل کی بات دل میں رکھو گے تو خود کو بھی مارو گے اور ہمیں بھی۔“
سلیمان نے باپ کی طرف دیکھا۔
”ابا، خالہ بلقیس کو زبان دینے سے پہلے آپ نے اور اماں نے مجھ سے پوچھا تھا؟“
”بیٹا، ہم والدین کو اتنا بھی حق نہیں کہ ہم اپنی اولاد کے لئے اپنی مرضی سے فیصلہ کر سکیں۔“
”ابا، زندگی میں نے گزارنی ہے، کیا میری مرضی ضروری نہیں۔میں نے اماں کو کئی بار کہنا چاہا لیکن اماں نے گاؤں بھر میں مشہور کر دیا کہ زینب میری منگیتر ہے۔اسے میں نے کب چھلا پہنایا۔“
”سلیمان، یہ تم کیسی باتیں کہہ رہے ہو۔ہم لوگوں میں زبان سے کہہ دینا ہی منگنی ہوتی ہے۔پوری برادری جانتی ہے کہ ہم نے بلقیس سے تیرے لئے زینب کا ہاتھ مانگا تھا۔سب جانتے ہیں کہ زینب تیری منگ ہے اور تم اتنی آسانی سے اتنی بڑی بات کہہ رہے ہو۔“
”آپ ہی نے تو کہا تھا کہ آپ سے اپنے دل کی بات کہہ دوں۔“
”تو پھر کہہ دے جو کہنا چاہتا ہے۔“رحیم بخش نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔
”میں......میں زینب سے شادی نہیں کر سکتا۔“
کمرے میں داخل ہوتی ہوئی فرحت پر سلیمان کے الفاظ بجلی بن کر گرے۔وہ نڈھال سی چارپائی پر ڈھیر ہو گئی۔سلیمان سرعت سے ماں کے پاس جا بیٹھا۔

''ہاتھ مت لگا مجھے۔''

فرحت نے سلیمان کا ہاتھ جھٹک دیا۔

''اماں، آپ میری بات تو سنیں۔''

''کچھ نہیں سننا مجھے، مر جائے گی اس دن تیری ماں جب اپنی زبان سے پھرے گی۔''

سلیمان غصے سے اٹھا اور دروازے کی شہتیر سے سر پٹخ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

فرحت دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر رونے لگی۔

فرحت اور رحیم بخش نے سلیمان کو سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن سلیمان اپنی ضد پر قائم رہا۔ حالات سے مجبور ہو کر رحیم بخش نے طے کیا کہ وہ بلقیس سے بات کر کے خود ہی یہ معاملہ حل کرے گا۔

اسی ارادے سے وہ ایک روز بلقیس کے گھر گیا۔ زینب کسی کام سے عرشیہ کے گھر گئی ہوئی تھی۔ رحیم بخش نے ساری بات بلقیس کو بتائی اور اس سے اس کی رائے مانگی۔

بلقیس نے رحیم بخش کی ساری گفتگو صبر و تحمل سے سنی۔ اس نے کہا۔

''شادی کا بندھن دو جیتے جاگتے انسانوں کو رشتہ ازدواج میں منسلک کرنا ہے۔ سلیمان اور زینب کی رضامندی ان کا مذہبی حق ہے۔ اگر سلیمان کو اس رشتے سے انکار ہے تو آپ نے اسے مجبور نہیں کرنا۔ میں زینب کا بیاہ کہیں اور کر دوں گی۔''

رحیم بخش دل کا بوجھ ہلکا کر کے گھر واپس آ گیا۔ صبح فجر کے وقت سلیمان اور رحیم بخش نماز کے لئے گھر سے نکلے تو سامنے سے عرشیہ کا بھائی متاسفانہ انداز میں ان کے گھر کی طرف آ رہا تھا۔ وہ ان دونوں کی طرف بڑھا اور گلوگیر لہجے میں بولا۔

''خالہ بلقیس کا انتقال ہو گیا ہے۔''

دروازے کی چوکھٹ پر کھڑی فرحت چیختی چلاتی بین ڈالتی بہن کے گھر کی طرف دوڑتی چلی گئی۔

ایک رات میں سب کچھ بدل گیا۔ زینب کے گھر میں ماتم برپا تھا۔ زینب سکتے کی سی کیفیت میں ماں کی

میت کے پاس اکڑی ہوئی لاش کی طرح بیٹھی تھی۔ اس کا جسم برف کی طرح ٹھنڈا، آنکھیں پتھرائی ہوئی آنسوؤں سے خالی تھیں۔ عورتیں مختلف قسم کے بین ڈال کے اسے رونے پر مجبور کر رہی تھیں۔

''ہائے زینب، آج تو تُو بے سایہ ہوگئی۔ باپ تو پانچ سال پہلے چھوڑ گیا تھا۔ آج ماں بھی بے وفائی کر گئی۔''

عورتوں میں سے ایک اور گلوگیر آواز ابھری۔

''بیٹی کا جہیز تیار کیا، ایسی بدنصیب بیٹی کی خوشیاں بھی نہ دیکھ سکی۔''

اتنی دیر میں فرحت، رحیم بخش اور سلیمان بھی پہنچ گئے۔

بہن کی میت کو سامنے دیکھ کر فرحت کا دل بھی خون کے آنسو رونے لگا لیکن جب اس نے زینب کو دیکھا تو آگے بڑھ کر اسے سنبھالا۔

''ہائے میری بچی۔'' فرحت نے اسے سینے سے لگایا۔ اس کا جسم سرد تھا، ہاتھ پاؤں اکڑے ہوئے تھے۔ فرحت نے اسے جھنجھوڑ کے رکھ دیا۔

''زینب، تیری ماں مرگئی ہے۔''

زینب پتھر کی مورتی کی طرح بیٹھی رہی۔ اس پر فرحت کی بات کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ فرحت نے اپنی آنسوؤں سے بھری آنکھیں زینب کی آنکھوں میں گاڑ دیں اور چیختے ہوئے اسے ایک بار پھر جھنجھوڑ کے رکھ دیا۔

''تیری ماں مرگئی ہے زینب......''

وہ زینب کو لے کر بلقیس کے چہرے کے قریب بیٹھ گئی۔ زینب نے اپنی آنکھیں جھپکیں، اس کے چہرے کے اکڑے ہوئے اعضا میں لچک آئی۔ اس سے پہلے کہ وہ روتی وہ بے ہوش ہو کر سیدھی گر گئی۔ جب اسے ہوش آیا تو خالی گھر کا سناٹا اسے بیتے وقت کا حال سنا رہا تھا۔ بلقیس کو سپردِ خاک کر دیا گیا تھا۔

سناٹے میں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی آوازیں اس کے کانوں سے ٹکرا رہی تھیں۔

وہ کمرے سے نکل کر باہر صحن میں آئی۔ عورتیں سر نگوں کیے کھجور کی گٹھلیوں پر تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ اتنے لوگوں کی موجودگی میں بھی موت کے بعد کا یہ سناٹا لوگوں کے دل دہلا رہا تھا۔

زینب کی متلاشی نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔

صحن کے جس حصے میں بلقیس کی میت پڑی تھی زینب اسی جگہ کھڑی ہو کر اردگرد دیکھنے لگی۔اسی دوران سلیمان اس کی دوا لے کر گھر میں داخل ہوا۔

زینب کی آنکھیں سرخ انگارہ ہونے لگیں، اس کے اندر کسی جوالہ مکھی پھٹ گئی۔وہ چیختی چلاتی کچی زمین پر ڈھیر ہوگئی۔

''اماں......'' اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا۔

سلیمان نے فرحت کو اشارہ کیا کہ وہ زینب کو سنبھالے۔

''اسے تم رونے دے، یہ آنسو بہنے دے۔اگر یہ آنسو اس کے دل پر گرتے رہے تو اس کی جان لے لیں گے۔'' فرحت نے کہا۔

سلیمان نے ادویات کا شاپر ماں کی طرف بڑھایا۔

''یہ زینب کی دوا ہے۔'' فرحت نے بین ڈالتی اپنے سر پر ڈاک ڈالتی ہوئی زینب کی طرف دیکھا۔

''اب اسے کسی دوا کی ضرورت نہیں ہے۔سوہنا رب اسے صبر دے گا۔''

دسویں تک فرحت زینب کے پاس ہی رہی۔اس کے بعد وہ زینب کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے آئی۔

زینب کو خود کو سنبھالنے میں کافی دن لگ گئے، پھر آہستہ آہستہ اس نے دل کو سمجھا لیا۔

اس نے فرحت کے ساتھ گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔

بلقیس کا چالیسواں بھی نہ ہوا تھا کہ گاؤں میں چہ میگوئیاں ہونا شروع ہوگئیں۔

زینب کا اس طرح فرحت کے گھر رہنے کو معیوب سمجھا جانے لگا۔

چالیسویں تک تو فرحت نے لوگوں کی باتوں پر کان نہیں دھرے چالیسویں کے بعد اس نے سلیمان کے قدموں میں اپنا آنچل پھینک دیا۔وہ بیٹے کے سامنے شکستہ پتھر کی طرح چُور چُور ہوگئی۔

سلیمان نے ماں کا سر ڈھانپ کر اس کی خواہش کی لاج رکھ لی اور زینب سے نکاح کے لئے رضامند ہوگیا۔

نہایت سادگی سے زینب اور سلیمان کا نکاح کر دیا گیا۔

شادی کی پہلی رات جب وہ دلہن بنی سہاگ کی سیج پر بیٹھی تھی، اپنے گہنوں کو چھو کر اپنی ماں کے لمس کو محسوس کر رہی تھی۔ "کتنے شوق سے ماں نے یہ گہنے بنوائے تھے، اب مجھے اس روپ میں دیکھنے کے لئے وہ موجود نہیں ہیں۔" اس احساس سے اس کی آنکھیں بار بار بھیگ رہی تھیں۔

سلیمان کمرے میں داخل ہوا تو اس نے جلدی سے اپنے آنسو پونچھ لئے۔

سلیمان اس کے قریب بیٹھا تو اس کا چہرہ گھونگھٹ میں چھپا ہوا تھا۔ سلیمان نے اس کا ہاتھ تھاما اور اس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہنا دیئے۔ ایک خوشگوار سا احساس زینب کے لبوں پر مسکراہٹ بن کر بکھر گیا۔

وہ من ہی من میں سلیمان پر ہنسی۔ "چہرہ دیکھے بغیر ہی منہ دکھائی دے دی۔"

وہ پلکیں جھکائے سلیمان کے گھونگھٹ اٹھانے کا انتظار کرنے لگی کہ سلیمان کی افسردہ سی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

زینب بیڈ پر پڑے سرہانے کو درست کرنے لگی۔ سلیمان نے اس کے ہاتھ سے سرہانہ لے لیا۔

زینب نے پلکیں اٹھا کر سلیمان کی طرف دیکھا۔ سلیمان کے چہرے پر غم کے تاثرات بہت نمایاں تھے۔ اس کی پرنم آنکھوں میں سرخی چھلک رہی تھی۔ اس نے سرہانہ بیڈ کے ساتھ بچھی ہوئی دری پر رکھا اور وہیں لیٹ گیا۔

زینب نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر کچھ کہنا چاہا تو اس کے لب سلب ہو گئے۔ وہ کچھ بول نہ سکی۔

سلیمان تو تھوڑی دیر کے بعد گہری نیند سو گیا لیکن زینب کے لئے اس رات کا ایک ایک پل گزارنا عذاب ہو گیا۔ وہ گہنوں کے بوجھ تلے دبنے لگی۔ وہ ایک ایک کر کے سارے گہنے اتارنے لگی لیکن وہ کنگن نہ اتار سکی جو سلیمان نے اسے پہنائے تھے۔ اس نے سادہ سا سوٹ پہن لیا اور بیڈ پر دراز ہو گئی۔

پہلی رات تو زینب کچھ نہ سمجھ سکی مگر جب سلیمان کا یہ رویہ روز کا معمول بن گیا تو وہ سمجھنے لگی کہ سلیمان کو اس کی قربت گوارہ نہیں، وہ اس سے دور رہنا چاہتا ہے۔

سلیمان کی اس بے رخی کو وہ بہت مہارت سے چھپا لیتی۔

اس کے سولہ سنگھار میں، اس کی مسکراہٹ میں ہنکھیاں خود ہی سلیمان کا پیار ڈھونڈ لیتیں۔

وہ صبح صبح گھر کے آنگن میں چھن چھن کرتی چلتی تو چڑیوں کا غول اس کی پازیب کی جھنکار سے آواز ملاتا ہوا گزر جاتا۔

شادی کے ایک ہفتے بعد سلیمان کے من کی مراد پوری ہوگئی۔اس کی دو ایکڑ زمین کا سودا ہوگیا۔زمین کا پیسہ ملتے ہی اس نے ایک مکان کرائے پر لیا اور کپڑے کا کاروبار شروع کر دیا۔

قسمت نے اس کا ساتھ دیا۔دنوں دنوں میں اس کا کاروبار جم گیا۔رات دس بجے سلیمان گھر آیا، فرحت اور رحیم بخش سو چکے تھے۔زینب نے دروازے کی چٹخنی کھولی پھر وہ کھانا گرم کرنے کچن میں چلی گئی۔

سلیمان نے ہاتھ منہ دھویا پھر وہ گھر کے دوسرے حصے کے چھوٹے سے صحن میں بچھی چارپائی پر بیٹھ گیا۔

زینب نے دو چارپائیاں بچھا کر ان پر بستر لگا رکھا تھا۔زینب نے کھانا سلیمان کے آگے رکھا۔وہ روٹی کی چھابی لینے کچن کی طرف بڑھی۔ٹھنڈی ٹھنڈی رات میں موتیے کے پھولوں کی خوشبو چار سو پھیل ہوئی تھی۔آسمان دمکتے ستاروں میں نو بیاہتا دلہن کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔

زینب روٹیوں کی چھابی لے کر سلیمان کے قریب آنے لگی تو اس کا پاؤں پھسل گیا۔سلیمان پھرتی سے اس کی طرف بڑھا اور اسے اپنی بانہوں کے حصار میں لیتے ہوئے گرنے سے بچا لیا۔زینب کے جوڑے میں لپٹے ہوئے بالوں کی گرہ کھل گئی۔اس کے لمبے سیاہ بال سلیمان کے شانوں پر بکھر گئے۔

کچھ بال زینب کے چہرے پر بھی بکھرے ہوئے تھے۔سلیمان نے اپنے ہاتھ سے اس کے چہرے کو چھوتے ہوئے، اس کے چہرے پر سے بال پیچھے کیے۔وہ رات کی چاندنی میں زینب کا دمکتا ہوا چہرہ دیکھتا ہی رہ گیا۔

اس کے لبوں سے بے اختیار نکلا۔"آج بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔"

زینب اپنا آنچل سمیٹتے ہوئے کھڑی ہوگئی۔اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی لیکن وہ حیا میں سمٹی سلیمان کی طرف دیکھ نہ سکی۔

دونوں نے کھانا شروع کیا تو سلیمان نے زینب سے کہا۔

''میں دیر سے آتا ہوں، تم انتظار نہ کیا کرو، کھانا کھا لیا کرو۔''

زینب جھکی ہوئی پلکوں کے ساتھ مٹھاس بھرے لہجے میں بولی۔ ''بھوک سے زیادہ مجھے اس پل کی چاہت ہوتی ہے جس میں مجھے آپ کی قربت میسر آجائے۔ ایک پلیٹ میں کھانا کھانے کا احساس آپ کے لئے بہت سطحی ہے مگر میرے لئے بہت کچھ ہے۔''

نوالہ سلیمان کے ہاتھ میں ہی رہ گیا جیسے زینب کی باتیں اس کے دل میں سوئیوں کی طرح چبھی ہو۔

''میرے ساتھ جو وقت گزارو گی وہ چاہت کی اس شیرینی سے خالی ہوگا جس کی ایک بیوی مستحق ہوتی ہے۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تم کتنی خوبصورت ہو۔ سلیقہ شعاری اور گھر گرہستی کے سارے گن ہیں تم میں لیکن میں حالات کی ایسی زنجیروں میں جکڑا ہوں کہ تمہیں وہ حیثیت نہیں دے سکتا جس کی تم طلب گار ہو۔''

سلیمان یہ کہہ کر کھانا چھوڑ کر اٹھ گیا۔

''کھانا کیوں چھوڑ دیا؟'' زینب نے کہا۔

''جی نہیں چاہ رہا۔'' سلیمان منہ لٹکائے ہاتھ دھونے چلا گیا۔

زینب نے بھی کھانا چھوڑ دیا۔ کچن میں برتن رکھنے گئی تو وہاں بیٹھ کر بہت دیر تک سوچتی رہی کہ سلیمان نے ایسا کیوں کیا۔ اس کی بات کا کیا مطلب تھا لیکن وہ کچھ سمجھ نہ سکی۔

☆......☆......☆

صحن میں بیٹھی ہوئی فرحت نے زینب کو آواز دی۔

''زینب بیٹی، ادھر تو آؤ دیکھو، ماہ رجاں کتنے پیارے کپڑے لائی ہے۔''

زینب ہاتھ میں کھانے کا ٹفن لئے مضطرب سی فرحت کی طرف بڑھی۔ ''اماں! آپ میرے لئے خود ہی کوئی جوڑا پسند کرلیں، سلیمان دکان پر جا رہے ہیں، میں انہیں کھانا دے دوں۔''

زینب نے ترچھی نظر سے سلیمان کی طرف دیکھا جو عقبی دروازے کے قریب کھڑا زینب کا انتظار کر رہا تھا۔

وہ تھن لے کر سلیمان کی طرف بڑھی تو سلیمان نے مٹھاس بھرے لہجے میں کہا۔ ”مجھے دیر نہیں ہوگی تم جوڑا پسند کرلو۔“

زینب نے مسکراتے ہوئے سلیمان کی طرف دیکھا۔ سلیمان نے اس کے دل پہ دستک نہیں دی تھی مگر اسے علم ہی نہ ہوا کب سلیمان اس کے دل ودماغ میں بس گیا۔

سلیمان نے اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہرا دیا۔

”کہاں کھوگئی ہو، آؤ میرے ساتھ۔“ سلیمان اسے لے کر فرحت کے قریب گیا۔

ماہ رخ نے موتیوں اور ستاروں والے خوبصورت کپڑے چارپائی پر پھیلا رکھے تھے۔

فرحت نے زینب کو اپنے پاس بٹھالیا۔ ”دیکھ بیٹی، اس میں سے کون سا جوڑا تمہیں پسند ہے۔“

زینب کی نظر جوڑوں پر سے سرک کے ایک بار پھر سلیمان کی طرف چلی گئی۔

”شادی میں آپ نے بہت سارے کپڑے بنوائے ہیں مجھے اور کپڑوں کی ضرورت نہیں ہے۔“

فرحت نے شرارتاً اسے چھیڑا۔ ”کپڑوں پر تمہارا دھیان کہاں ہے۔“

ماہ رخ دبی آواز میں ہنسی۔ ”یہ عمر ہی دیوانی ہوتی ہے۔“

سلیمان نے چارپائی سے مہندی رنگ کا جوڑا اٹھایا اور زینب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ”یہ جوڑا زینب کے لئے لے لیں۔“

یہ جملہ زینب کی سماعت سے ٹکرایا تو وہ ان لفظوں کے سرور میں کھوگئی۔ ایک اچھوتا سا احساس اس کی دھڑکنوں کو چھوگیا۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ جب اس نے آنکھیں کھولیں تو خوشی سے ان میں نمی تیر رہی تھی۔

وہ اپنی آنکھیں چھپاتے ہوئے اندر کمرے میں چلی گئی۔ سلیمان بہت دیر تک زینب کو کمرے میں جاتا دیکھتا رہا۔

آج اس نے زینب کی آنکھوں میں کچھ پڑھ لیا تھا۔

زینب خوشی سے پھولی نہ سمائی۔ عرشیہ اس سے ملنے آئی۔ ”یہ گڑ والے چاول، اماں نے پکا کر بھیجے ہیں۔“

عرشیہ نے سفید ہاٹ پاٹ زینب کی طرف بڑھایا۔

''خود کیوں نہیں آئیں خالہ۔''

''نہیں کچھ کام تھا۔ بھائی مجھے چھوڑ گیا ہے۔ کچھ دیر کے بعد آ جائے گا۔''

''کچھ دیر بعد کیوں، دوپہر کا کھانا کھا کر جانا۔ اتنے روز کے بعد شکل دکھائی ہے۔ اتنی جلدی جانے نہیں دوں گی۔''

دوپہر کے کھانے کا وقت ہوا تو سلیمان کا ملازم کھانا لینے آیا۔ اس نے بتایا کہ دکان پر کام زیادہ ہے اس لیے سلیمان کھانا دکان پر ہی کھائیں گے۔

زینب نے ملازم کو کھانے کا ٹفن دیا اور عرشیہ کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

''تم بیٹھو، میں کھانا لگاتی ہوں۔'' زینب نے عرشیہ سے کہا تو عرشیہ خفگی سے ہونٹوں کو ٹیڑھا کرتے ہوئے بولی۔

''اچھا جناب، آپ مجھے مہمان سمجھنے لگ گئی ہیں۔ ہم دونوں مل کر کھانا لگائیں گی۔''

کام سے فارغ ہو گئیں تو دونوں سہیلیاں ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کے بیٹھ گئیں۔

''تم خوش ہو نا۔ کسی قسم کی پریشانی تو نہیں ہے نا۔'' عرشیہ نے زینب سے پوچھا۔

زینب نے مسکراتی آنکھوں سے عرشیہ کی طرف دیکھا۔ ''تم بتاؤ مجھے دیکھ کر تمہیں کیا لگتا ہے۔''

عرشیہ نے ٹھنڈی آہ بھری۔ ''تمہیں تو میں بچپن سے جانتی ہوں۔ تمہاری آنکھوں کے تمہارے مسکراتے چہرے کے پیچھے ہزاروں چور دروازے ہیں۔ کوئی تمہارے چہرے سے تمہارے دل کے بھید تک نہیں پہنچ سکتا۔''

''اسی لئے تو پوچھ رہی ہوں، اچھا ہی ہے کہ تم میرا چہرہ نہیں پڑھ سکتی ورنہ تم یہ ضرور کہتی کہ زینب تیری آنکھوں میں تو کھوج ہے، چہرے پر اس تپتے صحرا کی خامشی ہے جو بارش کی پہلی بوند کا منتظر ہو۔''

زینب جیسے کہیں دور کھو گئی۔

عرشیہ پریشان سی ہو گئی۔ ''زینب، یہ تو کیسی باتیں کر رہی ہے۔ کیا پریشانی ہے تمہیں مجھ سے نہ چھپاؤ۔ تم نے تو کبھی بھی مجھ سے کچھ نہیں چھپایا۔''

زینب نے دیوار سے اپنا سر ٹکا لیا۔ ''جس دن میں خود کچھ جان سکی، اس دن تمہیں بھی بتا دوں گی۔ اور یہ تمہارا

رنگ کیوں اڑ گیا ہے۔ میں نے تو ویسے ہی کہہ دیا۔ میرے ساتھ آؤ میں تمہیں پرندے دکھاتی ہوں جو میں نے ابا سے منگوائے ہیں۔"

زینب، عرشیہ کو لکڑی کے پنجرے کے پاس لے گئی جس میں رنگین طوطوں کے دس جوڑے تھے۔ دونوں ان پرندوں کی حرکات دیکھ کر کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔ عرشیہ کا بھائی اسے لینے آیا تو زینب اسے رخصت کرتے ہوئے خاصی اداس ہو گئی۔

☆......☆......☆

رات کو سلیمان حسب معمول گھر آیا۔

"یہ لڑکا رات دس بجے سے پہلے گھر نہیں آ سکتا۔" فرحت دروازے پر دستک سن کر نیند میں بڑبڑائی۔ زینب نے دروازہ کھولا۔ سلیمان ہاتھ منہ دھو کر چارپائی پر چت لیٹ گیا۔

زینب کھانا لے آئی۔

"آج مجھے بھوک نہیں ہے۔ تم کھانا کھا لو۔" سلیمان نے مرے مرے سے لہجے میں کہا۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں۔"

"بوجھ سا ہے، تھکاوٹ بھی محسوس ہو رہی ہے۔"

زینب نے کھانے کی ٹرے اٹھائی۔ "میں کچن میں ہی کھانا کھا لوں گی۔ آپ سو جائیں۔"

"سنو" سلیمان نے زینب کو جاتے ہوئے پکارا۔ "مجھے صبح فجر کے وقت لاہور کے لئے نکلنا ہے۔ ٹائم پیس پر الارم لگا دینا۔"

سلیمان صبح فجر کی نماز کے بعد لاہور کے لئے روانہ ہو گیا۔

اس نے زینب کو بتایا کہ اسے لاہور میں تین روز لگ جائیں گے۔

☆......☆......☆

رحیم بخش نے زینب کی طرف دیکھا جو چولہے میں جلتی لکڑیوں کو پھونکنی سے ہوا دے رہی تھی۔

”ارے نیک بخت، چولہے کا کام تو خود کرلیا کر۔ دیکھ ذرا زینب کی آنکھوں سے کیسے پانی نکل رہا ہے۔“ رحیم بخش نے فرحت سے کہا۔

”میں نے تو اس لڑکی کو کئی بار سمجھایا ہے۔ مجھے کچھ کرنے ہی نہیں دیتی۔ سارے گھر کا کام سنبھال لیا ہے۔“ فرحت نے کہا۔ زینب نے چولہے کے دھوئیں میں کھانستے ہوئے جواب دیا۔

”اماں، آپ کی کوئی عمر ہے کام کرنے کی۔ اگر آپ کی کوئی بیٹی ہوتی تو وہ بھی تو ایسا ہی کرتی تو کیا میں آپ کی بیٹی نہیں ہوں۔“

”تم جیسی سلیقہ شعار اور گنوں والی تو شاید میری بیٹی بھی نہ ہوتی۔“ فرحت چوکی لے کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔

”رہنے دیں اماں۔“ زینب نے ہانڈی میں چمچہ گھمایا۔ فرحت نے اس کے کانوں میں پہنے بھاری جھمکوں کی طرف دیکھا، جس کے وزن سے اس کے کان چِر رہے تھے۔

”غلطی ہوگئی جو تمہارے لئے سونے کا چھوٹا سیٹ نہیں بنوایا جو تم ہر وقت گھر میں پہنے رہتی۔ سلیمان آجائے تو اس سے کہہ کر تمہارے لئے چھوٹا سیٹ بنوا دوں گی۔“

ہانڈی تیار ہوگئی تو زینب نے سلگتے ہوئے کوئلے رحیم بخش کے حقے میں ڈال دیئے۔

”پہلے تو کبھی بھی سلیمان اتنے روز کے لئے لاہور نہیں گیا۔ اس بار ایسا کیا کام پڑ گیا؟ تمہیں کچھ بتایا اس نے۔“ فرحت نے لقمہ منہ میں ڈالتے ہوئے زینب سے پوچھا۔

”یہی کہہ رہے تھے کہ کاروبار کے سلسلے میں جا رہا ہوں۔“ زینب نے بتایا۔

”ہزاروں جھنجھٹ ہوتے ہیں کاروبار کے، تمہیں کیا پتہ خیر کل آجائے گا۔“ رحیم بخش نے لاپرواہی سے کہا۔

زینب اپنے کمرے میں گئی تو اسے اپنا کمرہ بہت سُونا سُونا لگ رہا تھا۔ سلیمان سے شادی کے بعد یہ پہلا دن تھا جب اسے سلیمان کا چہرہ نہیں دکھائی دیا۔ وہ اس کی آواز نہیں سن سکی۔ وہ آئینے کے سامنے بیٹھی تو اپنی خوبصورت آنکھوں کے دریچے سے سلیمان کی خاموش گہری آنکھوں میں جھانکنے لگی۔ اپنے چہرہ کو چھوا تو اسے اپنے چہرے میں سلیمان کے چہرے کا عکس دکھائی دینے لگا۔ ذہن کو کسی کام میں مشغول کرنا چاہا تو ذہن وہ بیتے

ہوئے لمحے دہرانے لگا جو اس نے سلیمان کے ساتھ گزارے۔

اس نے نڈھال سی ہو کر اپنے وجود کو بیڈ پر پھینک دیا۔ وہ بے ساختگی میں خود سے باتیں کرنے لگی۔

''ہائے ری زینب تُو تو کھو گئی ہے اب تو تیری روح پر اسی کا اختیار ہے۔'' مگر محبت کے اس خوبصورت احساس نے سلیمان کے دل کو کیوں نہیں چھوا۔ کیا میرے اندر کوئی کمی...... اپنے اس سوال پر اسے سلیمان کی کہی ہوئی بات یاد آئی۔

''زینب۔ تم بہت خوبصورت ہو لیکن میں حالات کی ایسی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوں کہ تمہیں وہ حیثیت نہیں دے سکتا جس کی تم طلب گار ہو۔''

زینب کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ وہ اپنے آنچل میں اپنا چہرہ ڈھانپے بیڈ پر دراز ہو گئی۔

سلیمان کی کہی ہوئی بات اس کے لئے پہیلی بن گئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ سلیمان کن زنجیروں کی بات کر رہا تھا پھر اس کا دل اس کے دماغ پر حکمرانی کرنے لگا۔

''کیسی ہی زنجیریں کیوں نہ ہوں، اسے اتنا چاہوں گی کہ وہ مجھے چاہنے پر مجبور ہو جائے گا۔''

☆......☆......☆

شام کے وقت زینب فرحت کے پاس بیٹھی تو فرحت اس کے ہاتھ میں تھامے مہندی کے رنگ کے دوپٹے کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''کیا دوپٹہ پیکو کرانا ہے؟''

زینب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''میں چاہ رہی تھی کہ آپ مجھے اس دوپٹے کے لئے کوئی لیس ملا دیں اور......''

''اور کیا......؟ کیا لینا ہے بیٹی!'' فرحت نے پوچھا۔

''اگر اس کے ساتھ میچنگ جھمکے مل جاتے۔'' زینب نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

''ایسا کرو۔ چائے بنالو۔ چائے پی کر ہم دونوں ہی بازار چلتے ہیں۔ تمہیں جو بھی چیز چاہیے لے لینا۔''

فرحت چولہے میں آگ جلانے لگی۔ زینب نے آگ جلتے ہی چولہے پر پانی رکھ دیا۔ دونوں ساس بہو چولہے کے پاس بیٹھی گپ شپوں میں مصروف ہوگئیں۔ زینب نے بازار سے دوپٹے کے لئے لیس اور سوٹ سے میچنگ جھمکے لے لئے۔

وہ رات کو اپنے کمرے میں بیٹھ کر دوپٹے پر لیس لگاتی رہی۔ وہ تصورات میں بنتی سنورتی رہی کہ کل سلیمان کے آنے پر وہ کیسا سنگھار کرے گی۔ دو تین مرتبہ سوئی چبھنے سے وہ ان خوبصورت تصورات سے چونکی مگر پھر مسکراتے ہوئے خوابوں کے تار بننے لگی۔

اسی دوران ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ زینب نے فون اٹھایا تو سلیمان آن لائن تھا۔

اس نے زینب کی اور اپنے والدین کی خیریت دریافت کی اور بتایا کہ شام چار بجے تک پہنچ جائے گا۔ زینب نے اس سے مزید بات کرنا چاہی تو اس نے فون بند کر دیا۔

زینب ہاتھ میں رسیور تھامے ہی رہ گئی۔

''کب تک اپنے دل کی باتیں دل میں ہی رکھوگی۔'' زینب سوچتی ہی رہ گئی۔

''زینب، گاجر کا حلوہ تیار ہوگیا ہے؟ چار تو بجنے والے ہیں۔'' فرحت نے پوچھا۔

''جی اماں، میں نے حلوہ بنا کر رکھ دیا ہے۔''

یہ کہتی ہوئی زنیب کمرے سے باہر نکلی تو فرحت اسے دیکھتی ہی رہ گئی۔

وہ مہندی رنگ کے جوڑے میں بلا کی خوبصورت لگ رہی تھی۔ ہلکے پھلکے سنگھار نے اس کے حسن کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ یہ جوڑا اس کے لئے بہت قیمتی تھا کیونکہ یہ سلیمان نے اس کے لئے اپنی پسند سے خریدا تھا۔ اس نے یہ جوڑا دو دن کے اندر اندر اس دن کے لئے سلائی کیا تھا۔ ان ریشم کی تاروں میں اس نے اپنے احساسات پیوست کر لئے تھے۔ زینب نے بالوں کی لٹوں کو اکٹھا کر کے باقی بال کھلے چھوڑ دیئے تھے۔

فرحت اس کے قریب گئی اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

''چودھویں کے چاند جیسا نور ہے تیرے چہرے میں۔''

زینب نے شرماتے ہوئے آنکھیں جھکا لیں۔

باہر بہت سے بچوں کے شور کے ساتھ گاڑی کے ہارن کی آواز سنائی دی۔ فرحت نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''گاڑی میں کون آیا ہے؟''

تھوڑی دیر کے بعد دروازے پر دستک ہوئی۔

''کون ہے؟'' فرحت نے پوچھا۔

باہر سے سلیمان کی آواز آئی۔ ''اماں، میں ہوں سلیمان، دروازہ کھولیں۔''

زینب مسکراتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھی۔ اس نے دروازہ کھولا تو کسی نے جیسے اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا۔ سلیمان کے ساتھ ایک لڑکی تھی جو دلہن کے روپ میں تھی۔

''یہ کون ہے......'' زینب کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ ایک ادھیڑ عمر عورت آگے بڑھی جو دلہن کے ساتھ آئی تھی۔

''بی بی نظر نہیں آیا کیا؟ یہ سلیمان کی دلہن ہے۔ اندر آنے کو نہیں کہوگی۔''

زینب نے اپنے قدم پیچھے سکیڑ لئے۔

سلیمان ندامت میں سر جھکا کے گھر میں داخل ہوا۔ دلہن اور ادھیڑ عمر عورت جو دلہن کی بڑی بہن تھی، دلہن کا لہنگا اٹھائے خراماں خراماں چلتی ہوئی گھر میں داخل ہو گئیں۔

فرحت دم بخود کچھ کہنے لگی تو سلیمان ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ وہ پیچھے کی طرف دیکھتا ہوا دلہن کی بہن سے مخاطب ہوا۔

''آپ فاخرہ کو سامنے والے کمرے میں لے جائیں۔'' اس نے اپنے کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''میرا تو دل ڈوبا جا رہا ہے سلیمان، یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ کون ہے یہ لڑکی۔'' فرحت نے اپنے سینے پر

دھک سے ہاتھ مارا۔

سلیمان نے ماں کو شانوں سے پکڑتے ہوئے کرسی پر بٹھا دیا۔

زینب پتھر کی مورتی کی طرح فرحت کے قریب کھڑی تھی۔ سلیمان نے ایک نظر زینب کی طرف دیکھا اور ایک نظر فرحت کی طرف پھر فقرے کا زہر آلود تیر ہوا میں چھوڑ دیا۔

''آپ پوچھ رہی ہیں نا کہ یہ لڑکی کون ہے، یہ میری وہی مجبوری ہے جس کی وجہ سے میں زینب سے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اور فاخرہ نے ساتھ ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائی تھیں پھر ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ ہم دونوں الگ الگ راہوں کے مسافر بن جائیں۔'' یہ کہہ کر سلیمان اپنے کمرے میں چلا گیا۔

فرحت نے تاسف بھرے انداز میں زینب کی طرف دیکھا۔ اس کے لب سلب تھے لیکن اس کی آنکھوں کا پھیلا ہوا کاجل اس کی بربادی کی داستان سنا رہا تھا۔ وہ اپنی بھیگی ہوئی آنکھیں فرحت سے ملا نہ پائی اور کچن میں چلی گئی۔

فرحت اپنا سر پکڑ کے رونے لگی۔ ''ہائے سلیمان، تو نے ہمیں کہیں کا نہ چھوڑا۔ بڑھاپے میں ہمارے سر پر خاک ڈال دی۔''

دروازے پر دستک ہوئی تو فرحت کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

باہر سے رحیم بخش کی آواز آئی۔

''نیک بخت، دروازہ کھول۔''

دروازہ کھولنے تک فرحت کا سانس اکھڑا۔

''اب کیا ہوگا میرے ربا۔''

فرحت نے دروازہ کھولا تو رحیم بخش اس کا پھولا ہوا سانس دیکھ کر گھبرا گیا۔

''طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟ تم بیٹھو، میں تمہارے لئے پانی لاتا ہوں۔'' رحیم بخش نے اسے پانی پلایا تو اس کی سانس کچھ سنبھلی۔

رحیم بخش نے پوچھا۔ ''سلیمان آ گیا ہے؟''

''ہاں آ گیا ہے، اپنے کمرے میں ہے۔''

رحیم بخش نے مسکراتے ہوئے سر جھکا دیا۔

''ابھی میاں بیوی بیٹھے ہوں گے۔ کچھ دیر بعد مل لوں گا۔''

اسی دوران فاخرہ کی بہن فرحت کے پاس آئی۔ اس نے رحیم بخش کو سلام کیا پھر فرحت سے مخاطب ہوئی۔

''دلہن کے سر میں درد ہے، اس کے لئے ایک کپ چائے بنالوں۔''

''بنالو۔'' فرحت نے بے رخی سے دوسری طرف منہ کرتے ہوئے کہا۔

دلہن کی بہن زرقا کچن میں چلی گئی۔

رحیم بخش نے فرحت سے پوچھا۔

''یہ خاتون کون ہے اور زینب کو کیا ہوا ہے۔''

''سر میں درد زینب کے نہیں فاخرہ کے ہے۔'' فرحت نے جواب دیا۔

''فاخرہ کون ہے؟'' رحیم بخش نے پوچھا۔

رحیم بخش کے سوال پر فرحت کی آنکھیں بھر آئیں۔

''اپنے بیٹے سلیمان سے پوچھیں کہ وہ کون ہے۔''

فرحت کو اس طرح دیکھ کر رحیم بخش پریشان ہو گیا۔

''سلیمان۔'' وہ بلند آواز میں چلایا۔

سلیمان کمرے سے باہر آیا تو رحیم بخش نے اس سے پوچھا۔

''کیا معاملہ ہے؟ تمہاری ماں اس قدر پریشان کیوں ہے۔''

سلیمان رحیم بخش کے قریب بیٹھ گیا اور اپنی انگلی میں پہنی ہوئی انگوٹھی کو بے چینی سے گھمانے لگا۔

''میں فاخرہ کے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔''

"کون فاخرہ۔" رحیم بخش کی آنکھیں باہر کو ابل پڑیں۔

سلیمان نے سوالیہ نظروں سے ماں کی طرف دیکھا کہ اس نے بابا کو کچھ بتایا کیوں نہیں۔

"میں پوچھ رہا ہوں کہ تم کس کی بات کر رہے ہو۔" رحیم بخش نے اپنا سوال دوہرایا۔

"میں اُس لڑکی کی بات کر رہا ہوں جس سے میں نے آج نکاح کیا ہے۔ اس کا نام فاخرہ ہے۔ وہ اندر کمرے میں ہے۔" سلیمان کے پاس سچ بولنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

رحیم بخش سلیمان کی طرف دیکھتا رہ گیا جو آنکھیں جھکائے اپنے باپ کا سینہ چھلنی چھلنی کر رہا تھا۔

اس روح فرسا انکشاف سے رحیم بخش کا پورا وجود کانپ اٹھا۔

اس نے طیش میں آ کر سلیمان کے چہرے پر زناٹے دار تھپڑ رسید کر دیا۔ سلیمان کی آنکھیں دہک کے انگارہ ہو گئیں۔ اس نے پہلی بار باپ کے آگے زبان کھولی۔

"اپنی پسند اور ناپسند کا حق تو ہمیں خدا نے دیا ہے تو پھر کیوں آپ نے مجھے یہ حق استعمال کرنے نہیں دیا۔ آپ نے کیوں اپنا فیصلہ مجھ پر مسلط کیا۔"

"تم اپنے کمرے میں جاؤ۔" فرحت نے معاملے کو سنگینی سے بچانے کے لئے باپ بیٹے کو علیحدہ کر دیا۔

"جوان اولاد ہے، ذرا صبر سے کام لیں۔ اب تو جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔" فرحت نے رحیم بخش کو سمجھانے کی کوشش کی۔

جوان بیٹے کی طاقت کو اپنا زور بازو سمجھنے والا رحیم بخش ٹوٹ کے رہ گیا۔

"بہت بڑی غلطی ہو گئی ہم دونوں سے، ہمیں سلیمان پہ اپنا فیصلہ مسلط نہیں کرنا چاہئے تھا۔ یہ نالائق زینب کے قابل ہی نہیں تھا۔"

"زینب کو اس سے اچھا جیون ساتھی مل سکتا تھا۔" فرحت گلوگیر لہجے میں بولی۔ "میں نے ہی مجبور کیا تھا سلیمان کو۔ نہ جانے زینب کے دل پر کیا گزر رہی ہوگی۔"

سلیمان کمرے میں جانے کی بجائے زینب کو ڈھونڈنے لگا۔

وہ اسے کسی کمرے میں نہیں ملی۔ وہ چھت پر گیا تو اسے زینب کی سسکیوں کی آواز آئی۔ وہ چھت کے کونے میں بیٹھی رو رہی تھی۔ اس نے اپنے کانوں اور گلے میں پہنا ہوا زیور نوچ نوچ کر زمین پر پھینکا ہوا تھا۔

سلیمان اس کے بندے اور نیکلس زمین سے اٹھاتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

زینب کے دل کی طرح آسمان پر بھی گھنے بادل چھائے ہوئے تھے۔ لگ رہا تھا کہ کچھ ہی دیر میں آسمان بھی رو دے گا۔

سلیمان نے اس کا ہاتھ چھوا تو اس نے اپنے گھٹنوں پر رکھا ہوا سر اوپر اٹھا کر بھیگی آنکھوں سے سلیمان کی طرف دیکھا۔

"زینب۔ مجھے معاف کر دو، میں نے جو کچھ بھی کیا اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کے کیا۔ مجھے تو اتنا بھی حق نہیں ہے کہ تمہارے آنسو پونچھ سکوں۔"

زینب نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے سر کو جھٹکا دیا۔

"رہنے دیں حق کی بات کو، ورنہ بات بہت لمبی ہو جائے گی۔ میں تو وہ رستہ ہی ڈھونڈتی رہی جو آپ کے دل تک جائے اور آپ نے اپنے دل کے دروازے ہی بند کر لیے۔"

سلیمان نے سر جھکا کے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں فاخرہ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں تمہارا مجرم ہوں، تم میرے لئے جو چاہے سزا تجویز کر لو۔"

زینب نے سلیمان کی طرف دیکھا تو اس کی نظروں میں جھیل سی گہرائی اتر آئی تھی۔ اس کے دل میں اٹھنے والے احساسات کے تلاطم نے اس کے چہرے پر بہت کچھ لکھ دیا تھا۔

احساس وفا کی بے قابو موجوں میں ڈولتے ہوئے الفاظ اس کی زبان سے نکلے۔

"اپنے دیدار کا حق مجھ سے کبھی مت چھیننا۔ میں کبھی فاخرہ جیسی قربت کی طلب نہیں کروں گی۔ بس اتنی مہربانی کرنا خود کو مجھ سے دور مت کرنا۔"

زینب کی بات سن کر سلیمان نے اثبات میں سر ہلایا تو اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

اس نے زینب کو شانوں سے پکڑ کر اٹھانا چاہا۔

''آ جاؤ نیچے چلو۔''

''میں کچھ دیر چھت پر رہنا چاہتی ہوں۔'' زینب نے سلیمان کا ہاتھ شانوں سے ہٹایا۔

اچانک بارش کی ننھی ننھی بوندیں گرنے لگیں۔

''موسم ٹھیک نہیں ہے......''

''میں نے کہا ناں، میں ابھی نیچے جانا نہیں چاہتی۔''

تھوڑی ہی دیر میں تیز بارش شروع ہو گئی۔

سلیمان ضد کر کے زینب کو نیچے لے آیا اور پھر اسے مہمان خانے میں لے گیا۔

''آج کی رات اس کمرے میں گزار لو۔ کل فاخرہ کا سامان ادھر شفٹ کرا دوں گا۔ وہ تمہارے کمرے میں نہیں رہے گی۔'' سلیمان نے اسے دیوان پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

''تم فاخرہ کا سامان میرے کمرے میں شفٹ کرا دینا۔ میں اپنا سامان کچن کے ساتھ والے کمرے میں رکھ لوں گی۔ مجھے اب اس کمرے میں نہیں رہنا۔'' زینب نے کہا۔

''لیکن کچن کا ساتھ والا کمرہ تو خستہ حال ہے۔'' سلیمان نے حیرت کا اظہار کیا۔

''میں بھی تو خستہ حال ہوں، میرا بھی تو سب کچھ لٹ گیا ہے۔'' زینب کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔ غم کا بوجھ اس کے پورے وجود پر طاری تھا۔ جسم میں ارتعاش تھا جیسے تیز بخار میں ہوتا ہے۔ سلیمان نے اس کے لمبے سیاہ بالوں کی طرف دیکھا جو اس قدر بھیگے ہوئے تھے کہ ان سے پانی ٹپک رہا تھا جس سے اس کے کپڑے بھی بھیگ رہے تھے۔

سلیمان وارڈروب سے اس کے لئے کپڑے لے آیا۔

''تم یہ کپڑے بدل لو۔ میں تمہارے پاس امی کو بھیجتا ہوں۔''

زینب نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جاتے ہوئے سلیمان کا ہاتھ تھام لیا۔

''تم تو سب کچھ اس طرح کر رہے ہو جس طرح کوئی قتل کرنے کے بعد لاش کو ٹھکانے لگاتا ہے۔''

سلیمان کے پاس کہنے کے لئے کچھ نہیں تھا لیکن دل کو آج کیا ہوا تھا کہ زینب کا ہاتھ چھوڑنے کو من نہیں تھا۔وہ دوبارہ زینب کے پاس بیٹھ گیا اور اس کا ہاتھ تھامے پیار سے کہنے لگا۔

''ایسا نہ کہو زینب۔''

''سلیمان میاں! کدھر ہو۔''

زرقا بیگم کی کرخت آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تو سلیمان مہمان خانے سے باہر نکلا آیا۔وہ غصے سے صحن میں دندناتی پھر رہی تھی۔

جونہی اس نے سلیمان کو دیکھا وہ جاہلانہ انداز میں بڑبڑائی۔

''یہ کون سا طریقہ ہے، فاخرہ کب سے تمہاری راہ دیکھ رہی ہے اور تم ہو کہ پہلی بیوی کی آؤ بھگت سے فارغ ہی نہیں ہو رہے۔''

سلیمان نے اسے اشارتاً خاموش رہنے کو کہا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔فاخرہ دلہن کے لباس میں سمٹی اس کا انتظار کر رہی تھی۔

زرقا کمرے میں آئی تو سلیمان نے خفگی سے اس کی طرف دیکھا۔

''تمہاری آپا کو اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔'' سلیمان کی بات پر زرقا کا موڈ خراب تر ہو گیا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی فاخرہ نے اسے پاس بیٹھنے کے لئے کہا۔زرقا فاخرہ کے پاس بیٹھی تو سلیمان نے کہا۔''میں بازار سے کھانا لے آؤں؟''

''تمہارے گھر والے ہمارے لئے ایک وقت کا کھانا بھی نہیں بنا سکتے۔'' زرقا نے سلیمان کو پھر چوٹ لگائی۔سلیمان نے غصہ ضبط کرتے ہوئے دھیمے سے لہجے میں کہا۔

''مجھے خود اچھا نہیں لگ رہا کہ میں انہیں اس وقت کھانا بنانے کے لئے کہوں۔ویسے بھی زینب کی طبیعت

ٹھیک نہیں ہے۔''

''اچھا تو زینب کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' زرقا نے زینب کے نام پر زور دیتے ہوئے کہا۔

سلیمان کے جانے کے بعد زرقا کھسیانی ہنسی میں بولی۔

''اب تو طبیعت خراب ہونی ہی ہے۔ اصلی مالکن جو آ گئی ہے۔''

فاخرہ بھی ابروئیں چڑھا کر بولی۔

''سمجھ رہی ہوں میں، زینب نے ساس سسر کو کس طرح قابو کر رکھا ہے۔ بیٹے کی خوشی کے لئے مجھے دیکھنے آ جاتے۔ آپ ایک دن کے لئے آئی ہیں آپ کچھ مت بولیں۔ میں خود ہی حالات ٹھیک کرلوں گی۔ آپ اپنے تیور درست رکھیں۔''

زرقا نے اپنا سر پکڑ لیا۔

''ہائے فاخرہ، نہ جانے تجھے اس سلیمان میں کیا نظر آیا جو تو نے ماں اور بابا کی بات بھی نہ سنی بس اپنی ہی منوائی۔ ہم دو بیٹیاں ہی تو ان کی آل اولاد ہیں اور تم نے ان کو خفا کر کے سلیمان سے شادی کی۔''

''آپا بس کریں، میں نے کہا ہے ناکہ میں سارے حالات ٹھیک کرلوں گی۔ آپ خاموش رہیں پہلے ہی میرے سر میں درد ہے۔''

صبح سلیمان ناشتے کے بعد زرقا کو اڈے تک چھوڑ آیا۔ سلیمان نے فاخرہ کو مجبور کیا کہ وہ خود اس کے والدین سے ملے اور زینب سے بھی ملے۔

فاخرہ جو حالات کی نزاکت کو جانچنے والی ہوشیار لڑکی تھی۔ فرحت اور رحیم بخش کے کمرے میں انہیں سلام کرنے گئی۔

انہوں نے اس کے سلام کا جواب بے دلی سے دیا۔ وہ زینب سے ملنے گئی تو اس کی خوبصورتی دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ زینب کے ماہتابی چہرے کے آگے وہ سانولی رنگت کی عام سی صورت والی لڑکی تھی۔ زینب کے کمرے میں داخل ہوتے ہی بوکھلا سی گئی اور جب زینب نے اپنی مسحور کن آواز میں اسے بیٹھنے کے لئے کہا تو اس کے لب و لہجے

میں شائستگی میں کدورت نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔

زینب سے باتوں کے دوران جب اسے معلوم ہوا کہ ان کے لئے ناشتہ زینب نے بنایا ہے تو اس کا دماغ حیرت کے جھٹکوں سے ہچکولے کھانے لگا۔

''میں چلتی ہوں۔'' جاتے جاتے فاخرہ نے پلٹ کر زینب کی طرف دیکھا۔''ابھی تھوڑی دیر تک میرے جہیز کا سامان پہنچ جائے گا۔ میں کمرے کی صفائی کرانا چاہتی ہوں، کوئی ملازمہ......''

زینب نے مسکراتے ہوئے کہا۔''ہمارے گھر میں کوئی ملازمہ نہیں ہے۔ ہم گاؤں والے اپنے گھر کے کام خود کرتے ہیں۔ تمہارے کمرے کی صفائی میں خود کردوں گی باقی رہی سامان کی بات، سلیمان دکان سے ملازم سے سامان رکھوادیں گے۔''

فاخرہ زینب کے کمرے سے باہر نکلی تو اس نے لمبا سانس کھینچا۔

''اوہ، یہ کس طرح کے لوگ ہیں، میں بھی تو مڈل کلاس گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔ ہم نے تو کبھی یہ برتن، کپڑے دھونا اور صفائی وغیرہ جیسے کام نہیں کئے۔ میرے بابا ٹیکسٹائل مل میں پندرہ ہزار روپے ماہانہ پر ایک عام درجے کے ملازم تھے۔ ہم ملازمہ افورڈ کر سکتے ہیں تو کیا یہ لوگ......'' سلیمان کی آواز پر وہ اپنے خیالات سے چونکی۔

''آپ کہاں تھے۔''

''ابا کے پاس بیٹھا تھا۔ آؤ اپنے کمرے میں چلتے ہیں۔'' فاخرہ کے اس طرح گھر والوں سے ملنے پر سلیمان کا موڈ خاصا خوشگوار تھا۔

رفتہ رفتہ فاخرہ کی گھر میں موجودگی کو سلیمان کے گھر والوں نے مچھلی کے کانٹے کی طرح نگل لیا لیکن زینب کے لئے آزمائشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

زینب نے کچن کے ساتھ والے کمرے میں اپنا سامان سیٹ کر لیا۔

فاخرہ نے اس کمرے میں جو کبھی زینب کا ہوتا تھا اپنا سامان سجا لیا۔ وہ آرائش وزیبائشوں میں زینب سے

بہت آگے تھی۔

زینب انتہا کی سلیقہ شعار تھی مگر اس کا طرزِ زندگی سادہ تھا جبکہ فاخرہ نے شہری طور طریقے استعمال کر کے چند ہی دنوں میں گھر کا نقشہ بدل ڈالا۔

صبح ناشتے سے لے کر رات کے کھانے تک کی کوکنگ کا سارا کام فاخرہ نے اپنے ذمہ لے لیا۔ باقی گھر کا دوسرا کام زینب پر چھوڑ دیا۔

فاخرہ نت نئے کپڑے پہن کر کوکنگ میں مصروف رہتی جبکہ زینب مٹی کی دھول اور برتنوں کی سیاہی میں الجھی اپنے نصیب کی تاریکیوں میں کھوئی رہتی۔ سلیمان کے بیاہ رچانے کے بعد زینب نے سجنا سنورنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ بالکل سادہ رہنے لگی تھی۔ سلیمان پر ہی گھر کی تمام تر ذمہ داری تھی۔ وہ کاروبار میں اس قدر مشغول تھا کہ صبح گیارات کو گھر واپس آتا۔ دن بھر گھر میں کیا ہوتا ہے اس کی اسے کچھ خبر نہ تھی۔

جب رات کو سلیمان گھر لوٹتا تو اس کی متلاشی نگاہیں زینب کو ضرور ڈھونڈتیں۔ وہ اس کے کمرے کے پاس سے گزرتا تو زینب جائے نماز پر بیٹھی عبادت میں مشغول نظر آتی۔

صبح کے وقت جب سلیمان فاخرہ کے ساتھ کچن میں ناشتہ کر رہا ہوتا تو اپنے کمرے کی کھڑکی سے آہستگی سے پردہ ہٹا کر اپنے محبوب کا دیدار کرتی اور جب سلیمان چلا جاتا تو اس کے چہرے کو آنکھوں میں جذب کر کے تصور میں کھوئی رہتی۔

زینب کی خاموشی نے گھر کی پر رونق فضا کو بھی اداس کر دیا تھا۔ فرحت اور رحیم بخش بھی چپ چپ سے رہنے لگے تھے۔

جب کبھی زینب اپنے گہنے اور موتیوں سے جڑے جوڑے دیکھتی تو اس کا من خواہشوں کی فضا میں مدہوش ہونے لگا۔ اس کے جی میں آتا کہ ہار سنگھار کر کے جھومتی ہوئی سلیمان کے پاس چلی جائے۔ اس کے ساتھ محبت کے لمحات بانٹے پھر وہ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے چہرے پہ تھپڑ مارتی اور خود کو ان لاحاصل خواہشات سے دور کرنے کے لئے عبادت میں مشغول ہو جاتی۔

زینب جھاڑو لگا رہی تھی۔ فرحت کی نظر مسلسل اس پر ٹھہری ہوئی تھی۔ وہ بہت تھکی تھکی نڈھال سی لگ رہی تھی۔

''زینب بیٹی، ادھر آؤ میرے پاس۔'' فرحت نے زینب کو بلایا۔

زینب جھاڑو چھوڑ کر فرحت کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

فرحت نے زینب کی ٹھوڑی کو خفیف سا اوپر اٹھایا۔

''یہ کیا حال بنا رکھا ہے تم نے بیٹی، یہ آنکھوں کی ویرانی، بغیر چوڑیوں کے کلائیاں، کان بندوں سے خالی، گلا خالی، لباس اس قدر بے رنگ، تمہیں معلوم ہے اس طرح وہ لڑکیاں رہتی ہیں جن کا خاوند زندہ نہ ہو۔''

فرحت کی بات سن کر زینب تڑپ کر بولی۔

''خدا نہ کرے، ایسی بات آپ نے اپنے منہ سے کیوں نکالی، خدا انہیں میری عمر بھی لگا دے۔''

''اگر میری بات اتنی بری لگی ہے تو اپنا یہ طریقہ کار بدل لو اگر تمہارے دل میں خوشی نہیں ہے تو بھی تم یہ سوچ کر گہنے پہنو، اچھے کپڑے پہنو کہ تم خاوند والی ہو۔'' فرحت نے انتہائی شفقت سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ زینب کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ وہ آنکھیں جھکائے شکستہ لہجے میں بولی۔

''انسان میں زندہ دلی تب تک ہوتی ہے جب تک اس کی آنکھوں میں خواب ہوتے ہیں۔ سلیمان نے تو میری آنکھوں کے سارے خواب چھین لئے ہیں۔ انہوں نے آپ کے سامنے واضح طور پر یہ بتایا ہے کہ ان کے دل میں فاخرہ کے لئے محبت ہے، وہ فاخرہ کے علاوہ کسی اور کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ مجھے تو اس بات کا بھی دکھ ہے کہ آپ نے مجھ سے اور امی سے یہ بات چھپائی تھی کہ سلیمان مجھ سے شادی پر آمادہ نہیں تھا۔ آپ کو سلیمان پر اپنی مرضی مسلط نہیں کرنی چاہیے تھی۔''

''میں تم سے شرمندہ ہوں لیکن میرا خدا گواہ ہے مجھے علم نہیں تھا کہ سلیمان ایسا قدم اٹھائے گا۔ اگر تم مجھے اپنی ماں سمجھتی ہو تو جو میں تمہیں سمجھانا چاہتی ہوں وہ سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''اگر میں پہلے جیسا سنگھار کرنے لگی تو فاخرہ سمجھے گی کہ میں سلیمان کو اس سے چھیننے کی کوشش کر رہی ہوں۔''

زینب اپنی خالی کلائیوں کو چھونے لگی۔

فرحت نے پریشانی سے جبیں پیائی کی۔

''میں مانتی ہوں کہ سلیمان نے تمہیں بہت دکھ دیا ہے لیکن شریعت کے مطابق تمہارا بھی سلیمان پر اتنا ہی حق ہے جتنا فاخرہ کا۔ وہ ہر اعتبار سے تم دونوں کے پورے حقوق پورے کر سکتا ہے۔''

زینب نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرحت کی بات کاٹ دی۔

''اماں، آپ میرے دل کی کیفیت نہیں سمجھ سکتیں۔ میرے لئے اب پہلے کی طرح رہنا ناممکن ہے۔ فاخرہ جب اس گھر میں نہیں تھی تو بھی سلیمان میرے قریب رہ کر بھی میرے قریب نہیں تھا۔ اس کا ہر لمحہ، اس کی ہر سانس فاخرہ کی امانت تھی۔ سلیمان کا دل بہت اچھا ہے لیکن اس کے دل میں، میں نہیں ہوں۔''

فرحت نے غم میں ڈوبی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''اور تیرے دل میں؟''

زینب پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جیسے خود پر ہنس پڑی۔

''اب دل کی باتیں بتانے کا کیا فائدہ، دل کی باتیں دل میں ہی رہیں تو اچھا ہے۔''

''تمہاری باتوں نے مجھے زیادہ پریشان کر دیا ہے۔ کل میں شاہ جی کے دربار جاؤں گی، تم بھی میرے ساتھ چلنا۔ بہت کرم ہے خدا کے ان آستانے پر۔ لوگ کہتے ہیں کہ بڑے سے بڑا دکھ ہو تو ان کے آستانے پر ڈھارس مل جاتی ہے۔''

''کس وقت جائیں گی؟''

''کل شام کو۔''

''چلو گی صبح کے وقت تو گھر کا کام کافی ہوتا ہے۔'' زینب نے کہا۔

گھر کے کام کی بات سن کر فرحت نے کہا۔

''میں سوچ رہی تھی کہ سلیمان سے کہہ کر کپڑوں اور صفائی کے لئے کوئی ملازمہ رکھ لوں۔''

''نہیں اماں، اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کام میرے لئے تکلیف کا نہیں راحت کا باعث ہیں۔ یہ کام

نہیں کروں گی تو میرا وقت کیسے کٹے گا۔ سلیمان کو اپنے ہاتھ سے پکا کر کھلانے کا سکھ تو کھو بیٹھی ہوں، ان کے کپڑے دھونے سے دل کو جو تسکین ملتی ہے وہ کھونا نہیں چاہتی۔"

دونوں ساس بہو اس طرح باتوں میں مشغول تھیں کہ انہیں علم ہی نہ ہوا کہ کب سلیمان گھر کے آنگن میں داخل ہوا۔ اس کے سلام کرنے کی آواز پر فرحت نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔

"تم کب آئے؟"

"تھوڑی دیر پہلے۔" سلیمان جواب فرحت کو دے رہا تھا مگر اس کی نظریں زینب کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

زینب نے اس کی نظروں کی تپش کو محسوس کرتے ہوئے بیگانگی سے نظریں جھکا لیں۔

سلیمان نے زینب کی ساری باتیں سن لی تھیں۔ وہ فرحت کے قریب بیٹھا تو زینب اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

فرحت نے سلیمان سے کہا۔ "فاخرہ اندر ہے، بلا دوں۔"

"گھر سے کچھ پیسے لینے آیا تھا، ابھی اندر جا کر لے لوں گا۔" اس کی نظریں ابھی بھی زینب کا تعاقب کر رہی تھیں۔

سلیمان نے فاخرہ کے کمرے میں جانا تھا لیکن سوچ میں گم وہ بے اختیار زینب کے کمرے کی طرف چل دیا۔

زینب نے سلیمان کو دیکھا تو خود کو کسی کام میں مصروف کرنے کے لئے بے مقصد ہی ڈریسنگ ٹیبل کے درازوں میں کچھ ڈھونڈنے لگی۔

زینب زبان سے کچھ نہیں بولتی تھی لیکن سلیمان ہمیشہ محسوس کر لیتا تھا کہ وہ اسے نظر انداز کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ زینب کی یہ خفگی اسے بہت اذیت دیتی تھی مگر وہ جانتا تھا کہ وہ اس کی خفگی دور نہیں کر سکتا۔

وہ چارپائی پر بیٹھ گیا اور زینب کو اس کے کام میں مگن دیکھتا رہا۔

اس کی نظروں نے زینب کو مجبور کر دیا۔وہ اپنا کام چھوڑ کے اس کے قریب بیٹھ گئی۔

سلیمان نے اسے سرتاپا دیکھا۔اس کا بے رنگ سادہ سا لباس اس کے سراپا حسن پہ سج نہیں رہا تھا۔ بادامی رنگ کے دوپٹے میں لپٹی وہ شیشے کی گڑیا کی طرح سمٹی بیٹھی تھی جیسے سلیمان ہاتھ لگا لے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔

سلیمان نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تو زینب نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچنا چاہا مگر سلیمان نے اس کا ہاتھ اس قدر خلوص سے تھاما کہ زینب چاہ کر بھی ایسا نہیں کر سکی۔

''یہ تم نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے۔آئینہ دیکھا ہے۔''

سلیمان کے اس سوال پہ زینب نے اپنی اداس آنکھوں سے سلیمان کی آنکھوں میں جھانکا۔

''میرے لئے تو آپ کی آنکھیں ہی آئینہ تھیں جس میں، میں خود کو دیکھ کر کھل اٹھی تھی مگر اب......''

''اب کیا......''سلیمان بے چین سا ہو گیا۔

زینب کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔''اب دل چاہتا ہے کہ دنیا بھر کے آئینے توڑ ڈالوں، کہیں بھی مجھے اپنی صورت نظر نہیں آئے۔''

''تم مجھ سے نظریں چراتی ہو۔اس گھر میں ہوتے ہوئے بھی تمہارے وجود کا احساس نہیں ہوتا۔تم کچھ بھی کہو،کل سے میں تمہیں ایسے کپڑے میں نہ دیکھوں۔''

اسی دوران فرحت نے سلیمان کو پکارا۔''سلیمان، تمہارا فون ہے۔''

سلیمان نے زینب کے پاس سے اٹھتے ہوئے کہا۔

''اگر فاخرہ کپڑے صفائی اور برتن دھونے کا کام نہیں کر سکتی تو تم بھی نہیں کرو گی۔کل سے ان کاموں کے لئے ملازمہ آ جائے گی۔ایک دن کوکنگ کا کام فاخرہ کرے گی اور ایک دن تم کرو گی۔تم تو بہت لذیذ کھانا بناتی ہو،ان سے محروم نہ کرنا مجھے۔''

سلیمان اس کا ہاتھ چھوڑ کر اس کے من میں پیارا سا احساس جگا گیا۔

زینب اور فرحت شاہ جی کے آستانے پر پہنچیں تو وہاں لوگوں کا ہجوم دیکھ کر زینب دنگ رہ گئی۔ وہ دونوں عقبی دروازے کے باہر جوتیاں اتار کر مزار کے اندرونی حصے میں داخل ہو گئیں۔

فرحت نے بادامی رنگ کی چادر اوڑھی ہوئی تھی اور زینب نے سیاہ چادر لی تھی جس پر مکیش کا کام تھا۔ سیاہ چادر میں اس کے چہرے کی خوبصورتی مزید اجاگر ہو گئی تھی۔ شاہ جی کی قبر کے اردگرد بہت سے لوگ ہاتھ پھیلائے دعاؤں میں مصروف تھے۔ وہ غموں سے چُور دربار میں آ کر جیسے ڈھیر ہو گئے تھے۔ انکے چہرے آنسوؤں سے بھیگے ہوئے تھے۔

سونے سے بھری کلائیوں والی عورتوں نے ہاتھوں میں آس کے کشکول اٹھا رکھے تھے۔ وہ بلک بلک کر شاہ جی سے کچھ مانگ رہی تھیں۔ زینب کو بھی اپنے ہاتھوں میں کشکول دکھائی دیا۔ اس کا بھی دردِ دل آنکھوں سے آنسو بن کر چھلکنے لگا۔ اس نے اوپر کی طرف دیکھا اور اپنا کشکول خداوند کریم کے آگے پھیلا دیا۔

''اے میرے ربا، اپنے ان پیارے بزرگ کے نام پر مجھ بھکارن کے کشکول میں میرے خاوند کی محبت ڈال دے۔ میں بوند بوند کی پیاسی مجھے بھی محبت کی بارش میں بھگو دے۔''

دعا مانگنے کے بعد فرحت اور زینب نے شاہ جی کی قبر پر چادر چڑھائی۔

مزار کے ساتھ ہی دوسرے کمرے میں بہت سی خواتین دری پر بیٹھی ہوئی دکھائی دیں۔ فرحت اس کمرے کی طرف بڑھی تو زینب نے پوچھا۔

''وہاں کیوں جا رہی ہیں؟''

فرحت نے اس کمرے میں ایک ادھیڑ عمر شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''وہ شاہ جی کے خاص مرید سائیں سجاول ہیں۔ شاہ جی نے انہیں اپنا جانشین بنایا ہے۔ لوگ انہیں اپنے مسئلے بتاتے ہیں اور یہ انہیں تعویذ دیتے ہیں۔ شاہ جی کا خاص ہاتھ ہے ان کے سر پر۔ زیادہ پیچیدہ مسئلہ ہو تو سائیں جی چلہ بھی کاٹتے ہیں۔ شاہ جی سائیں کے خواب میں خود آ کر اس مسئلے کا حل بتاتے ہیں۔''

زینب نے اس کمرے میں جاتے ہوئے اپنے قدم روک لئے۔

"اماں، شاہ جی کے دربار پر حاضری دے کر میرے من کو سکون ملا ہے۔ یہ تعویذ وغیرہ رہنے دیں۔"

"ارے یہ تو نورانی تعویذ ہیں۔ ان تعویذوں میں تو قرآن پاک کی آیتیں ہوتی ہیں۔"

فرحت اس کا ہاتھ کھینچ کر اندر لے گئی۔ دونوں سائیں سجاول کے سامنے دری پر بیٹھ گئیں۔

سائیں سفید کُرتے اور شلوار میں ملبوس تھے۔ سر پر سفید لٹھے کی پگ باندھے بہت مہذبانہ انداز میں سر جھکائے بیٹھے تھے۔ ان کے چہرے پر تراشیدہ ہلکی سی داڑھی تھی جس میں زیادہ تر بال سفید تھے۔ ان کے سر کے بال تو پگڑی میں چھپے ہوئے تھے لیکن ان کی کن پٹیوں کے بال سفید تھے۔ ان کے ہاتھ میں ایک لمبی سی تسبیح تھی جسے وہ ہونٹوں کی ہلکی سی جنبش کے ساتھ کچھ ورد کرتے ہوئے گھما رہے تھے۔ فرحت کے سلام کرنے پر انہوں نے نظر اٹھا کر دونوں کی طرف دیکھا۔

"کیسے آنا ہوا بی بی، سلیمان کا کیا حال ہے؟"

فرحت گلوگیر لہجے میں بولی۔ "طبیعت تو سلیمان کی ٹھیک ہے لیکن اس کا دل بدل گیا ہے۔"

"ہاں، معلوم ہے دوسری عورت بیاہ لایا ہے۔ اب تم کیا چاہتی ہو؟" سائیں نے دوٹوک بات کی۔

"میں چاہتی ہوں کہ کوئی ایسا تعویذ دیں کہ اس معصوم کے لئے اس کے دل میں جگہ بن جائے۔ وہ دونوں بیویوں کو برابر حقوق دے جیسا کہ خداوند کریم نے فرمایا ہے۔" فرحت نے زینب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

زینب اپنی جگہ سے اٹھ کر سائیں سجاول کے دیوان کے قریب دری پہ بیٹھ گئی۔

سائیں نے زینب کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اس کا چہرہ اوپر کیا تو زینب نے سائیں کی طرف دیکھا۔ اسے سائیں کے چہرے میں اس سچے فقیر کا نورانی چہرہ نہیں دکھائی دیا جس پر پہلی نظر میں یقین کرنے کو دل چاہتا ہے۔

"بہت مشکل سے ملے گی اس کو اس کے من کی مراد۔" سائیں اس کی پیشانی کی طرف دیکھتے ہوئے فرحت سے بولا۔

"سائیں جی، میں تو بڑی امید لے کر آپ کے پاس آئی ہوں۔" فرحت نے انتہائی عاجزی سے کہا۔

سائیں نے آنکھیں جھکا کر تسبیح پھیرنا شروع کر دی۔

”میں تعویذ دوں گا۔ پانی میں ملا کر دن میں کسی بھی وقت اپنے بیٹے کو پلا دینا۔ انشاءاللہ وہ جلدی راہ راست پے آجائے گا...... اور ہاں، وہ سامنے آنگن میں برگد کا درخت ہے۔ اس درخت کے پاس زینب کو سات روز تک دیا جلانا ہوگا۔ یہ دیا شاہ جی کی عقیدت میں جلائے گی۔ شاہ جی راضی ہوں گے تو خود اس کے لئے خدا کے حضور میں دعا کریں گے۔“

زینب نے مزار کی طرف دیکھا جہاں کوئی سروش اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ مزار کے گرد کچھ ایسا سرور تھا جو اس کی سانسوں میں سرایت کر گیا تھا۔

”میں سات روز تک چراغ جلاؤں گی۔ شاہ جی کے مزار پر مجھے سکون ملا ہے۔“ زینب دھیمے سے لہجے میں بولی۔ زینب اور فرحت کو وقت کا اندازہ ہی نہ ہوا کہ انہیں مزار میں کتنی دیر لگ گئی۔

دونوں ساس بہو گھر لوٹیں تو فاخرہ تیور چڑھائے کچن کے برتنوں پر غصہ نکال رہی تھی۔

زینب اپنے کمرے میں چلی گئی اور فرحت آنگن میں ہی بیٹھ گئی۔

فاخرہ روٹی پکا رہی تھی۔ فرحت اس کی مدد کے لئے کچن میں گئی تو وہ منہ بسورتے ہوئے بولی۔

”اتنی دیر لگ گئی مزار پر۔ آٹھ بج رہے ہیں۔“

”لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ وقت کا اندازہ ہی نہ ہوا۔ تم بتاؤ اگر کوئی کام ہے۔“ فرحت نے عاجزی سے پوچھا۔

فاخرہ نے آگ پر روٹی سینکتے ہوئے کہا۔ ”کام تو میں نے کرلیا ہے سارا۔ آپ صحن میں چارپائیاں بچھا کر ان پر گدے ڈال دیں۔“

فرحت نے چارپائی بچھائی تو اسے تعویذوں کا خیال آیا۔ وہ جلدی سے زینب کے کمرے میں چلی گئی۔ زینب اپنے سونے کی چوڑیاں اور کڑے اتار کر رکھ رہی تھی۔

فرحت نے اسے ٹھوکا۔ ”یہ کیا کر رہی ہو۔ اب یہ گہنے تم نے نہیں اتارنے۔“

”لیکن اماں......“

”لیکن ویکن کچھ نہیں۔ بس میں نے کہہ دیا ہے کہ جو گہنے تم نے پہن رکھے ہیں وہ نہیں اتارنے اور یہ لو

تعویذ..... پورے سات روز تک سلیمان کو کسی بھی چیز میں دن میں کسی بھی وقت ایک تعویذ پلا دینا۔"

فرحت نے اس کے ہاتھ میں تعویذ تھمائے تو زینب بے اعتنائی سے بولی۔

"اماں۔ میں سات روز تک شاہ جی کے مزار پر دیا جلاؤں گی۔ میری مانیں تو یہ تعویذ دریا میں بہا دیں۔"

فرحت نے خفگی بھرے انداز میں زینب کی طرف دیکھا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہے صرف دیا جلانے سے کچھ نہیں ہو گا جیسے میں کہتی ہوں ویسا کرو۔"

یہ کہہ کر فرحت باہر گئی اور بستروں پر چادریں ڈالنے لگی۔

رات کھانے کے بعد رحیم بخش اور فرحت باہر صحن میں بچھی چارپائیوں پر نیم دراز ہو گئے۔

سلیمان اپنے کمرے میں چلا گیا۔ زینب حسب معمول عشا کی نماز کے بعد نوافل پڑھنے میں مصروف ہو گئی۔ نصف رات گزر گئی مگر نیند زینب کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ تعویذ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

اس کا من نہیں تھا کہ وہ سلیمان کو تعویذ پلائے۔ اسے دعا پر زیادہ بھروسہ تھا۔

"اگر تعویذ نہر میں بہاؤں گی تو اماں کیا سوچیں گی۔" وہ تذبذب کی حالت میں کمرے میں ٹہلنے لگی۔

پھر اس نے تکیے کے نیچے پڑے ہوئے تعویذ اٹھائے اور باہر صحن میں چلی گئی۔

اس کے کمرے کے قریب ہی گملے میں موتیے کے پھولوں کا پودا لگا ہوا تھا جو موتیے کے پھولوں سے بھرا ہوا تھا۔ زینب کو موتیے کے پھولوں کی خوشبو بہت پسند تھی ان پھولوں کی خوشبو سے اس کا کمرہ معطر رہتا تھا۔

زینب نے ادھر ادھر دیکھا سب گہری نیند سو رہے تھے۔ وہ دبے پاؤں کچن میں گئی۔ اس نے کچن سے چھری لی۔ وہ موتیے کے پودے کے قریب بیٹھ کر چھری سے اس کی مٹی کھودنے لگی۔

اس نے ایک بار پھر چور نظروں سے ادھر ادھر دیکھا اور سارے تعویذ اس گملے کی مٹی میں دبا دیئے۔

اس نے سرعت سے گملے کی مٹی برابر کی اور اس کے قریب پڑی ہوئی مٹی بھی صاف کر دی۔

اس نے چھری دھو کر کچن میں رکھ دی اور اپنے ہاتھ بھی دھو لئے۔

وہ اپنے کمرے میں جانے لگی تو سلیمان کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

”زینب۔“

زینب نے پلٹ کے پیچھے دیکھا تو سلیمان اس کے پیچھے چند قدموں کے فاصلے پر کھڑا تھا۔

زینب کوئی جواب دیئے بغیر سر جھکا کے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

سلیمان بھی اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں چلا گیا۔

کمرے میں زیرو وولٹ کی ملگجی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

وہ زینب کے قریب بیٹھ گیا۔ سرخی مائل روشنی میں زینب کا چہرہ دمک رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کی نمی میں چھوٹے چھوٹے ستارے ٹمٹمانے لگے تھے۔ وہ سلیمان کو اپنے اس قدر قریب پا کے خود میں سمٹی جا رہی تھی۔

سلیمان نے دھیمے سے لہجے میں پوچھا۔

”اس وقت صحن میں کیا کر رہی تھی۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔“

پہلے زینب گھبرا گئی پھر بے تکان بولی۔ ”کمرے میں گھبراہٹ ہو رہی تھی اس لئے صحن میں چلی گئی۔“

”میں دس بجے کے قریب تمہارے کمرے میں آیا تھا تم عبادت میں مشغول تھی اس لئے میں چلا گیا۔ زینب جو سزا تم نے میرے لئے تجویز کی ہے بہت سخت ہے۔ اپنے گرد تم نے بیگانے پن کا ایک جال بن لیا ہے۔ تم جس صداقت سے یہ ہرجائی پن نبھا رہی ہو تمہارا یہ روپ میری جان لے لے گا۔“

زینب نے سلیمان کے لبوں پہ اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

”ایسے الفاظ منہ سے دوبارہ نہ نکالنا۔ میں جیسے رہ رہی ہوں اس پر میرا بس نہیں ہے لیکن یہ بتاؤ کہ کبھی تمہیں میری ان آنکھوں میں اپنے لئے نفرت نظر آئی؟“

”تمہاری ان آنکھوں نے تو میرا چین چھین لیا ہے۔ میں نے تمہارے ساتھ کیا کیا، اس کے باوجود تمہاری ان دلکش آنکھوں میں مجھے اپنے لئے محبت دکھائی دیتی ہے لیکن تم اپنے رویے سے ہمیشہ مجھ سے دور رہنے کی کوشش کرتی ہو، خیر اگر کبھی مجھ پر رحم آ جائے تو یہ سزا تھوڑی کم کر دینا۔“

سلیمان کی اس بات پہ زینب کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ اسے مسکراتا دیکھ کر سلیمان کا چہرہ بھی کھل اٹھا۔

اس نے جیب سے میرون رنگ کی ایک ڈبیہ نکالی۔

''اماں نے بتایا تھا کہ تمہارے پاس جھمکے نہیں ہیں یہ میں تمہارے لئے جھمکے لایا ہوں۔کل صبح جب تم میرے لئے ناشتا بناؤ تو یہ جھمکے مجھے تمہارے کانوں میں نظر آنے چاہئیں۔''

''میں ناشتا بناؤں گی؟'' زینب بوکھلاسی گئی۔

''ہاں تم بناؤ گی۔'' یہ کہہ کر سلیمان اپنے کمرے میں چلا گیا لیکن زینب گھنٹوں اس کی کہی ہوئی باتوں کے حصار سے نہیں نکل سکی۔

فاخرہ حسب معمول ناشتا بنانا کے لئے اپنے کمرے سے نکلی تو کچن سے روٹی پکانے کی آواز کے ساتھ چوڑیوں کی جھنکار نے اسے بے چین کر دیا۔وہ تیز تیز قدموں سے کچن میں داخل ہوئی۔

زینب روٹی پکا رہی تھی۔فاخرہ نے اسے سرتاپا دیکھا،اس کا لباس خوبصورت اور نفیس تھا اور دونوں ہاتھوں میں چوڑیاں تھیں۔کانوں میں نئے جھمکے تھے۔اس تھوڑی سی تبدیلی سے زینب بہت خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔

فاخرہ تپ کر رہ گئی۔وہ غصیلے لہجے میں گویا ہوئی۔

''تمہیں کس نے کہا ہے کہ تم ناشتا بناؤ۔''

''وہ......'' وہ کچھ کہنے لگی تو فاخرہ نے اس کی بات کاٹ دی۔

''اماں نے کہا ہوگا،انہیں ہی شوق ہے اس قسم کی تبدیلیاں لانے کا۔''

اسی دوران سلیمان کچن میں داخل ہوا۔''میں نے کہا تھا زینب سے ناشتا بنانے کے لئے۔''

یہ کہہ کے وہ لکڑی کی چوکی لے کر زینب کے پاس بیٹھ گیا۔اس نے فاخرہ کی طرف دیکھا جو منہ بسور کے کچن کے باہر کھڑی تھی۔

''ابا اماں تو دیر سے ناشتہ کرتے ہیں تم بھی آجاؤ اکٹھے ناشتہ کرتے ہیں۔''

فاخرہ ایک بار پھر لفظوں کو چبا چبا کر بولی۔

''آپ کھائیں میں ہر کسی کے ہاتھ کا پکا نہیں کھاتی۔میں اپنے لئے ناشتہ بنالوں گی۔''

وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''میں نے آپ کے لئے آلو کے پراٹھے اور ساتھ چٹنی بنائی ہے۔'' زینب نے سلیمان کے آگے ناشتہ رکھا۔ زینب نے اپنے دوپٹے کو گلے میں ڈالتے ہوئے کمر کی طرف سے گرہ لگا رکھی تھی۔اس نے اپنے گھنے سیاہ بالوں کو کلپ سے قابو کیا ہوا تھا جو اس کی کمر تک بکھرے ہوئے تھے۔

سلیمان کو جیسے زینب کی آواز سنائی ہی نہ دی۔ ہر وقت چادر میں لپٹی زینب کو آج اس طرح دیکھ کر وہ اس کی خوبصورتی میں کھو گیا تھا۔

زینب نے شرماتے ہوئے آنکھیں جھکا لیں۔

''ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔''

سلیمان نے مسکراتے ہوئے زینب کی طرف دیکھا۔

''بہت اچھا لگ رہا ہے تمہیں اس طرح دیکھ کے۔آج صبح تو چڑیوں کے چہچہانے کی آواز ہی سنائی نہیں دی۔''

''کیوں۔''

''چہچہانے کی آواز کی جگہ تمہاری چوڑیوں کی چھنکار نے لے لی۔''

زینب کے لب سل گئے۔ اسے کچھ سجھائی نہ دیا کہ وہ سلیمان کی باتوں کے جواب میں کیا کہے۔وہ تو بس پلکیں جھکائے مسکرائے جا رہی تھی۔

سلیمان ناشتہ کر کے اپنے کمرے میں جانے لگا تو اس نے خفیف سے انداز میں زینب کے جھمکوں کو چھوا۔

''تم پر یہ جھمکے بہت خوبصورت لگ رہے ہیں۔''

زینب کو محسوس ہوا جیسے سلیمان نے اس کے دل کے تار چھیڑ دیئے ہوں۔ایک ہی پل میں پوری فضا محبت کے سرور سے مہک اٹھی۔

وہ خوشی میں جھومتی ہوئی باجرہ اٹھائے سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے چھت پہ چلی گئی۔اس نے کبوتروں کا

پنجرہ کھول دیا اور انہیں دانہ ڈالنے لگی۔اس کی آنکھیں پھر سے خوبصورت خواب دیکھنے لگیں۔ایک امید کی جوت سے اس کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔اسے موٹر سائیکل کی آواز آئی تو وہ تیزی سے چھت کی دیوار کی طرف بڑھی۔وہ دور تک سلیمان کو جاتا دیکھتی رہی۔

فاخرہ سلیمان کو کمرے سے الوداع کر دیتی تھی۔وہ کبھی بھی سلیمان کو دروازے تک چھوڑنے نہیں گئی۔اس کی زندگی گزارنے کا اپنا ہی ایک انداز تھا۔شادی کے بعد ان دونوں کا اکثر جھگڑا رہتا تھا۔

فرحت اور رحیم بخش کو ناشتہ کرانے کے بعد زینب حسب معمول گھر کی چیزیں سمیٹنے لگی۔فاخرہ کچن میں اپنے لئے ناشتہ بنا رہی تھی۔اس دوران چھریرے بدن والی لمبے قد کی ایک عورت فرحت کے پاس آئی۔

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام۔''فرحت نے پان کی گلوری منہ میں ڈالتے ہوئے اسے سرتا پا دیکھا۔

''جی وہ مجھے سلیمان صاحب نے کہا تھا کام کے لئے۔''

''کون سے کام کے لئے۔''فرحت نے پوچھا۔

''جی وہ صفائی، برتن اور کپڑے دھونے کے لئے کہا تھا۔کہہ رہے تھے کہ آج ہی سے کام شروع کر دو۔'' عورت نے کہا۔

فرحت اپنے سر کا دوپٹہ درست کرتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''تمہیں وہ کیسے جانتا ہے۔خیر تم ایسا کرو کہ زینب سے کام کے پیسے طے کر لو۔''

فرحت کی بات پر عورت نے اپنا ہاتھ ہوا میں لہرا دیا۔

''پیسوں کی بات تو میں نے سلیمان صاحب سے طے کر لی ہے۔انہوں نے کہا ہے کہ تم بس آج سے کام شروع کر دو۔''

زینب باہر آئی تو فرحت نے اسے کہا۔

''یہ عورت کام کے لئے آئی ہے۔اسے کام سمجھا دو۔''

"میں نے تو آپ سے کہا تھا کہ میں گھر کا کام باآسانی کر لیتی ہوں تو پھر ملازمہ کی کیا ضرورت ہے۔"
زینب فرحت کے پاس بیٹھ گئی۔

"اسے سلیمان نے بھیجا ہے۔ منع کرو گی تو خفا ہوگا۔ تم اسے کام سمجھا دو۔"

سلیمان کے رویے میں اس اچانک تبدیلی نے فاخرہ کو پریشان کر دیا۔

"سلیمان کو کیا ہو گیا ہے، مجھے معاملے کا پتہ لگانا ہی پڑے گا۔" وہ من ہی من میں سوچنے لگی۔

زینب ملازمہ کے ساتھ فاخرہ کے پاس سے گزری تو فاخرہ اس سے بولی۔ "چلو اب گھر کی صفائی تو ڈھنگ سے ہوگی۔ بی بی زینب، تمہارا وقت اب کیسے کٹے گا تم تو اب مصلا ہی پکڑ لینا۔"

زینب خاموشی سے وہاں سے چلی گئی اور ملازمہ کو کام سمجھانے لگی۔

زینب شاہ جی کے دربار پر دیا جلانے لگی۔ وہ سیاہ چادر میں لپٹی، چہرے پہ نقاب کیے، حیا کی مورت بنی برگد کے درخت کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے دیا جلایا اور درخت کی ابھری ہوئی جڑوں کے قریب رکھ دیا جہاں بہت سے دیئے پہلے سے روشن تھے۔ کچھ اور عورتیں مزید دیئے جلا رہی تھیں۔

دیا جلانے کے بعد وہ مزار کے اندرونی حصے میں گئی۔ دربار میں قوالی کے سر اس کی سماعت سے ٹکرا رہے تھے۔ وہ شاہ جی کی قبر کے پہلو میں بیٹھ گئی اور پھول چڑھانے لگی۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر کے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا لئے۔

زینب دعا مانگ کے اٹھنے لگی تو ایک نوجوان اس کے پاس آیا۔

"بی بی آپ کو سائیں سجاول بلا رہے ہیں۔"

زینب نے نگاہ اٹھا کے سامنے کمرے کی طرف دیکھا جہاں سائیں سجاول بیٹھ کے عورتوں کے مسائل سنتے تھے۔ زینب نے دل میں سوچا۔

"اتنے ہجوم میں سائیں کی نظروں نے مجھے کیسے ڈھونڈ لیا۔"

اس نے سائیں سے ملنے کی بجائے واپسی کی راہ لی۔ وہ اپنی چادر میں سمٹی لوگوں کے ہجوم میں گم ہو گئی۔ مزار

سے نکل کے وہ کچے راستے کی پگڈنڈی پہ چلنے لگی۔ اسے قدموں کی آہٹ سنائی دی جیسے کہ کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہو۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو دور دور تک کوئی نہیں تھا۔ وہ اسے اپنا وہم خیال کرتے ہوئے چلنے لگی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد اسے قدموں کی آہٹ پھر سنائی دینے لگی، آواز بہت واضح اور صاف تھی اس بار اس نے پلٹ کر دیکھنے کے بجائے تیز تیز چلنا شروع کر دیا۔

وہ گھر پہنچی تو اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ اس نے غٹاغٹ پانی کا گلاس پیا۔ فاخرہ اپنے کمرے کی کھڑکی کے قریب کھڑی اس کی یہ کیفیت دیکھ رہی تھی۔

فرحت زینب کے قریب آئی۔

''خیریت ہے، طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔''

زینب پھولی ہوئی سانس کے ساتھ ٹوٹے ہوئے لفظوں میں بولنے لگی۔ ''اماں، جب میں گھر آ رہی تھی تو میرے پیچھے پیچھے کوئی چل رہا تھا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو دور دور کسی انسان کا نام ونشان تک نہ تھا۔ میں اسے اپنا وہم سمجھ کے چلتی رہی لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد قدموں کی آہٹ پھر سنائی دینے لگی۔ اس بار میں نے پلٹ کر نہیں دیکھا اور تیز تیز چلنا شروع کر دیا۔ وہ قدموں کی آواز ادھر ہمارے گھر کے دروازے پہ ختم ہوئی ہے۔ دروازہ بند کرتے ہوئے میں نے دور تک نظر دوڑائی مگر کوئی نہیں تھا۔''

''ہائے میری بیٹی، آئندہ شاہ جی کے دربار پر اکیلی مت جانا۔ میں نے بھی سائیں سجاول کی بات مان کر غلطی کی جو تمہیں اکیلے بھیجا۔ درباروں پر آسیب بھی ہوتے ہیں جو خوبصورت لڑکیوں پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔''

فرحت سر پہ دوپٹہ اوڑھ کے زینب پر دم کرنے لگی۔ زینب کے جسم پر کپکپاہٹ طاری تھی۔ اس کا چہرہ پسینے سے تر تھا۔

فاخرہ من ہی من میں بڑبڑائی۔ ''بہت خوب، تو یہاں یہ ڈرامہ چل رہا ہے۔''

اس سے پہلے کہ فرحت اسے دیکھتی وہ پردے کے پیچھے چھپ گئی۔

رات ہوئی تو فرحت نے زینب سے کھانا کھانے کو کہا۔ زینب نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ جب بھوک ہو

گی تو کھا لے گی۔

زینب اپنے کمرے میں جا کے عشاء کی نماز پڑھنے لگی۔نماز کے بعد وہ حسب معمول نوافل پڑھنے لگی۔

سلیمان کھانے کے بعد اپنے کمرے سے باہر آیا اور زینب کے کمرے کے دروازے کے قریب کھڑا ہو گیا۔

زینب خداوند کریم کے حضور سجدہ ریز تھی۔

سلیمان خاموشی سے کھڑا اسے دیکھتا رہا۔وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔''کیا ہے اگر زینب کچھ دیر بعد نماز پڑھ لیا کرے۔''

سلیمان نے محسوس کیا کہ زینب کافی دیر تک سجدے سے نہیں اٹھی تو وہ اس کے کمرے میں داخل ہوا اور پلنگ پر بیٹھ گیا۔

کافی دیر گزر گئی مگر زینب سجدے سے نہیں اٹھی۔

سلیمان نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھا اور اسے ہلایا۔

''زینب۔''

وہ لڑھک کر اس کی بانہوں میں ڈھیر ہو گئی۔وہ بخار میں تپ رہی تھی۔

سلیمان کا جیسے کسی نے خون کھینچ لیا۔وہ گھبراہٹ میں چلایا۔

''اماں، جلدی پانی لاؤ۔''

''اللہ خیر، کیا ہوا۔''فرحت ہاتھ میں پانی کا گلاس لیے سلیمان کی طرف بڑھی۔

رحیم بخش بھی اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں آ گیا۔

سلیمان زینب کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتے ہوئے تاسف سے بولا۔

''کسی کو خیال ہے زینب کا، سارا دن کمرے میں لاوارث پڑی رہتی ہے۔''

رحیم بخش تپے ہوئے لہجے میں بولا۔''اسے اس حال تک پہنچانے والے تم ہو۔''

''یہ بحث کا وقت نہیں ہے۔جلدی جاؤ، ڈاکٹر کو لے آؤ۔''فرحت نے رحیم بخش کو کمرے سے باہر دھکیل دیا۔

سلیمان زینب کا چہرہ تھپتھپانے لگا۔

’’زینب، آنکھیں کھولو۔‘‘

گھبراہٹ سے اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

مختلف ٹوٹکے استعمال کرنے کے بعد بھی سلیمان زینب کو ہوش میں نہ لا سکا۔

ڈاکٹر نے اسے انجکشن دیا تو اسے ہوش آیا۔ ڈاکٹر نے اس کے بے ہوشی کی وجہ تیز بخار بتائی اور سلیمان سے کہا کہ جب تک زینب کا بخار اتر نہ جائے کوئی اس کی پیشانی پر ٹھنڈی پٹیاں کرتا رہے۔ فاخرہ بھی زینب کے کمرے میں آ گئی تھی۔

سلیمان نے فاخرہ سے کہا۔

’’کسی ململ کے کپڑے کی پٹیاں بنا لاؤ اور ساتھ میں کسی برتن میں برف والا ٹھنڈا پانی بھی لے آؤ۔‘‘

فرحت زینب کا ہاتھ تھامے اس کے قریب بیٹھی تھی۔ وہ تھکی تھکی آنکھوں سے مسکراتے ہوئے فرحت کی طرف دیکھ رہی تھی۔

’’میں ٹھیک ہوں، آپ سب خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہیں۔ آپ جا کے آرام کریں۔‘‘

’’نظر لگ گئی ہے میری بہو کو، تمہاری نظر اتاروں گی نا تو پہلے کی طرح دوڑنے بھاگنے لگو گی۔‘‘

ململ کے کپڑے کی پٹیاں اور ٹھنڈے پانی لاتی فاخرہ کی سماعت سے فرحت کے فقرے ٹکرائے تو اس نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ سر جھٹک دیا۔

سلیمان کو زینب کے اس قدر قریب بیٹھا دیکھ کر وہ مضطرب ہو کر بولی۔

’’آپ دکان سے تھکے ہوئے آئے ہیں۔ کمرے میں جا کے آرام کریں۔ میں زینب کی پیشانی پر ٹھنڈی پٹیاں رکھتی ہوں۔‘‘

سلیمان نے ململ کی پٹیاں اور ٹھنڈا پانی فاخرہ کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔

’’تم جا کے آرام کر لو۔ میں زینب کے پاس ہی ٹھہروں گا۔‘‘

فاخرہ کا چہرہ فق ہو گیا۔ اسے سلیمان کی بات بہت ناگوار گزری لیکن وہ اپنے دل میں ہونے والا تصادم بڑی مہارت سے چھپائے خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆......☆......☆

زینب پر نیند کی دوا کا اثر دھیرے دھیرے ہو رہا تھا۔ وہ نیم غنودگی کی حالت میں خود لیٹی ہوئی تھی۔

سلیمان نے اس کا سر اپنے پہلو میں رکھا ہوا تھا اور اس کی پیشانی پر ٹھنڈی پٹیاں کر رہا تھا۔

بخار زینب کو تھا اور جسم سلیمان کا ٹوٹا ہوا تھا۔ دل یوں شکستہ تھا جیسے کسی نے اپنی مٹھی میں بھینچ کے رکھ دیا ہو۔

ان احساسات کی حقیقت سے سلیمان خود بھی بے خبر تھا۔ زینب سامنے ہو تو اس کا دل اس کے اختیار میں نہیں رہتا تھا۔ اس کی آنکھیں اردگرد کی ہر چیز سے بغاوت کر کے زینب کے معصوم چہرے کا دیدار کرنے لگتی تھیں اور جب زینب دکھائی نہ دیتی تو اسے دیکھنے کی تڑپ کہیں چین نہ لینے دیتی تھی۔

سلیمان کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔ وہ زینب کا ہاتھ تھامے اپنی بھیگی ہوئی سوچوں کے سراب میں غرق تھا۔ اس نے زینب کے اوپر کھیس دیا اور اس کی دوائی اٹھا کے الماری کی طرف بڑھا۔ الماری کھولی تو اسے ایک ڈائری دکھائی دی۔ اس نے دوا الماری میں رکھی اور ڈائری اٹھا کے چارپائی پر بیٹھ گیا۔

زینب نے ڈائری میں اپنی پسند کی غزلیں اور اشعار لکھے ہوئے تھے۔

''بہت خوب، تو آپ کو شاعری کا بھی شوق ہے۔''

سلیمان نے مسکراتے ہوئے زینب کی طرف دیکھا جو سو رہی تھی۔ زینب نے کانپتے پپوٹوں سے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں تو سلیمان کو اپنی ڈائری پڑھتے ہوئے دیکھ کر دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔

وہ زینب کی ڈائری میں لکھی ہوئی پروین شاکر کی غزل پڑھ رہا تھا۔

ہتھیلیوں کی دعا پھول لے کر آئی ہو

کبھی تو رنگ میرے ہاتھ کا حنائی ہو

کوئی تو ہو جو میرے تن کو روشنی بھیجے

کسی کا پیار ہو میرے نام لائی ہو

گلابی پاؤں میرے چمپئی بنانے کو

کسی نے صحن میں مہندی کی باڑ اگائی ہو

زینب نے سلیمان کے ہاتھ سے ڈائری لے لی۔سلیمان خاموشی سے زینب کی طرف دیکھنے لگا۔وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ صرف غزل نہیں زینب کے خواب ہیں جو شادی کے بعد ہر لڑکی کی آنکھوں میں دمکتے ہیں لیکن زینب کی زندگی کے کسی خلا نے اس کی آنکھوں میں ویرانی بھر دی تھی۔سلیمان نے زینب کے ہاتھ سے ڈائری لی اور الماری میں رکھ دی۔

''تم آرام کرو، فجر کا وقت ہو گیا ہے۔میں مسجد جا رہا ہوں۔''

''آپ میرے کمرے میں......'' زینب مبہوت نظروں سے سلیمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

سلیمان نے اس کے چہرے پر بکھرے ہوئے بالوں کو آہستگی سے پیچھے کیا۔

''میں رات بھر تمہارے پاس ہی تھا۔تمہیں تیز بخار تھا۔خدا کا شکر ہے کہ بخار اتر گیا ہے۔تم اپنا خیال نہ رکھ کے مجھے بہت تکلیف دیتی ہو۔''

ان لمحوں میں زینب سلیمان کی طرف دیکھتی ہی رہ گئی۔ایک پل کے لئے ایسا لگا کہ تمام تاریک راہیں روشن ہو گئی ہیں۔خدا نے اس کی دعا سن لی ہے اور سلیمان اسے چاہنے لگا ہے۔

عقبی دروازہ بند کر کے وہ بھی وضو کر کے نماز پڑھنے لگی۔''اے میرے رب، میں کیا اتنی خوش نصیب ہو سکتی ہوں کہ تو سلیمان کا پیار میری جھولی میں ڈال دے۔''

زینب کا جسم درد سے ٹوٹ رہا تھا۔وہ نماز پڑھ کے دوبارہ لیٹ گئی۔فرحت بھی نماز پڑھ کے اس کے پاس آ گئی۔

''میں تمہارے لئے دودھ پتی بنا کے لاتی ہوں۔کچھ کھا لو تم نے رات بھر کچھ نہیں کھایا۔''

زینب نے فرحت کا ہاتھ تھام کے اسے جانے سے روکا۔''آپ میرے پاس بیٹھ جائیں، مجھے ابھی بھوک نہیں ہے۔''

فرحت اس کے پاس بیٹھ گئی۔

سلیمان مسجد سے آیا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ سلیمان کے کمرے میں جانے کی دیر تھی کہ گھر میں ایک بھونچال سا آ گیا۔

فاخرہ سلیمان پر آتش فشاں پہاڑ کی طرح پھٹ پڑی تھی۔ وہ دونوں اس قدر بلند آواز میں لڑنے لگے کہ نہ انہیں گھر والوں کی خبر رہی اور نہ محلے والوں کی۔ زینب کے کمرے میں صاف صاف آوازیں آ رہی تھیں۔

''تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہیں صرف مجھ سے محبت ہے، تم نے میری جگہ کسی اور کو نہیں دی۔ تم نے کہا تھا کہ تم نے زینب کو اپنی بیوی کی حیثیت سے کبھی تسلیم نہیں کیا۔ لیکن مجھ سے بیاہ رچانے کے بعد تم زینب کی طرف کھنچتے جا رہے ہو۔ میں تمہاری آنکھوں میں اس کے لئے پیار دیکھ رہی ہوں۔ یہ بھی محسوس کر رہی ہوں کہ تم رفتہ رفتہ اسے بیوی کی حیثیت دے رہے ہو۔'' فاخرہ چلا رہی تھی۔

جواب میں سلیمان بھی چلا چلا کر بولنے لگا۔

''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ زینب بھی اس گھر کی ایک فرد ہے۔ میں نے اس کی بیمار پرسی کر لی تو تمہیں کیوں تکلیف ہوئی ہے۔ نہ مجھے کبھی زینب سے محبت تھی، نا ہے اور نہ ہی کبھی ہو گی۔''

سلیمان کے فقرے زینب کی سماعت سے ٹکرائے تو اس پر اچانک دورے کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ ہاتھوں کی انگلیاں ہتھیلی کی طرف مڑ گئیں۔ آنکھوں کی پتلیاں اوپر کی طرف چڑھ گئیں۔ چہرے سمیت پورا جسم اکڑ گیا، دانت جیسے ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے اور اس کے منہ سے گھٹی گھٹی آوازیں نکلنے لگیں۔ زینب کی حالت دیکھ کر فرحت نے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔

''سلیمان۔''

ماں کی آہ و بکا سن کے سلیمان دوڑتا ہوا زینب کے کمرے میں آیا۔ فاخرہ بھی اس کے پیچھے پیچھے آ گئی۔ زینب کو دیکھتے ہی فاخرہ نے اپنے سینے پہ دھک سے ہاتھ مارا۔

''ہائے میرے خدایا، اس پر تو کسی آسیب کا سایہ ہے۔''

سلیمان جو زینب کے دانتوں کے درمیان میں کپڑا ٹھونسنے کی کوشش کر رہا تھا، فاخرہ پر آنکھیں نکالنے لگا۔

''تم اندر کمرے میں جاؤ۔''

رحیم بخش اپنے کسی عزیز سے گاڑی لے آیا اور زینب کو اٹھا کے بڑے ہسپتال لے گئے۔

ڈاکٹر نے سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہا کہ زینب کسی دباؤ کا شکار ہے۔ اسی ذہنی دباؤ کی وجہ سے اس کے اعصاب اکڑ گئے تھے۔ آئندہ اسے اس قسم کی ٹینشن ہوئی تو یہ حالت سنگین بھی ہو سکتی ہے۔

سلیمان اور فاخرہ کی لڑائی نے زینب کے سارے خواب چکنا چور کر دیئے۔ سلیمان کے دل میں اپنے لیے پیار محسوس کرنے والی زینب کی دمکتی آنکھیں ایک بار پھر اندھیروں میں ڈوب گئیں۔

وہ کسی ملنگنی کی طرح سادہ لباس پہنے ہر وقت عبادت میں مشغول رہتی۔ سلیمان اس کے قریب آنے کی کوشش کرتا تو وہ خود اس سے دور جاتی لیکن اس کے عشق کا یہ عالم تھا کہ چوری چوری اپنے محبوب کا دیدار کرتی رہتی۔

نماز کے بعد جائے نماز پر بیٹھی خداوند کریم سے سلیمان کے بارے میں کتنی ہی باتیں کرتی رہتی۔ اپنے دل کے غم اشعار کی شکل میں ڈائری میں لکھتی رہتی۔

فاخرہ ڈرنے لگی تھی کہ نہ جانے کب زینب سلیمان کو اس سے چھین لے۔ اس کا ذہن زینب سے جان چھڑانے کے لئے نت نئے شیطانی منصوبے تیار کر رہا تھا۔ ایک رات اس نے سلیمان سے موتیے کے پھولوں کے گجرے لانے کے لئے کہا۔ زینب پودوں کو پانی لگا رہی تھی۔ جب سلیمان نے فاخرہ کے بالوں میں اپنے ہاتھوں سے گجرے سجائے۔ زینب کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ اپنی آنکھیں چھپانے کے لئے کمرے میں بند ہو گئی۔

فاخرہ کے ہاتھ تو اس کی کمزوری آ گئی۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ فاخرہ کمرے میں پانی رکھنا بھول گئی تھی۔ وہ پانی لینے کچن میں گئی تو اسے زینب کی باتیں کرنے کی آواز آئی۔

اس نے دھیرے سے زینب کے کمرے کی کھڑکی کا پردہ پیچھے کیا تو زینب زمین پر بیٹھی اکیلی باتیں کر رہی

تھی۔ وہ اس طرح سرگوشی کے انداز میں بول رہی تھی کہ اس کی باتوں کو سننا مشکل تھا۔

فاخرہ نے جلدی سے فرحت کو جگایا اور اسے اپنے ساتھ لے آئی۔ اس نے زینب کے کمرے کی کھڑکی کا پردہ پیچھے کرتے ہوئے فرحت سے کہا۔

''دیکھو زینب کو، کس طرح ہوا سے باتیں کر رہی ہے۔ میں کہتی تھی نا کہ اس پر کسی آسیب کا سایہ ہے۔''

فرحت نے زینب کے پاس جانا چاہا تو فاخرہ نے اسے روک دیا۔ وہ اسے اندر اس کے کمرے میں لے گئی۔ فرحت کی پریشانی سے نیند ہی اڑ گئی وہ بے چینی سے ادھر ادھر ٹہلنے لگی۔

''میں زینب کا علاج کہاں سے کراؤں، نہ جانے اس پر آسیب کا سایہ ہے یا ذہنی دباؤ۔ ڈاکٹر نے تو کہا تھا کہ زینب کسی ذہنی دباؤ کا شکار ہے۔''

فاخرہ نے فرحت کو شانوں سے پکڑ کر پلنگ پر بٹھا دیا۔ ''ڈاکٹر کی بات چھوڑیں۔ یاد ہے جب زینب شاہ جی کے دربار سے واپس آ رہی تھی تو اسے اپنا تعاقب کرتی ہوئی قدموں کی آہٹ سنائی دیتی رہی۔ جب اس نے پلٹ کر دیکھا تو دور دور تک کوئی نہیں تھا۔''

''ہاں مجھے یاد ہے۔ زینب کی طبیعت اسی رات بگڑی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ زینب پر کسی آسیب کا سایہ ہو گیا ہو۔ میں کل صبح ہی زینب کو سائیں سجاول کے پاس لے جاؤں گی۔''

صبح ہوئی تو فرحت اسے سائیں سجاول کے پاس لے گئی۔

سائیں سجاول کا کمرہ عورتوں سے بھرا ہوا تھا۔ دونوں کی باری خاصی دیر بعد آئی۔ سائیں سجاول نے زینب کی آنکھوں کا معائنہ کیا۔ اس کے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو آپس میں جوڑتے ہوئے اس کے ہاتھوں کو دونوں طرف سے چیک کیا۔

سائیں کے چہرے پر دہشت ناچنے لگی۔ ''بہت خطرناک اور ظالم چیز ہے تمہاری بہو کے اندر۔''

فرحت گلوگیر لہجے میں بولی۔ ''سائیں جی، آپ بتائیں کہ میں کیا کروں۔''

سائیں نے اپنا ہاتھ ہوا میں اکڑا لیا۔ ''اس وقت میں کچھ نہیں بتا سکتا۔ تم ایسا کرنا کہ شام کے وقت آ جانا۔

زینب کو ساتھ لانا۔ میں اس مافوق الفطرت مخلوق سے بات کروں گا۔“

فرحت نے کپکپاتی آواز میں پوچھا۔

”کون سی مافوق الفطرت مخلوق......“

سائیں کی گرج دار آواز ایک بار پھر فضا میں گونجی۔ ”نادان عورت، وہ مافوق الفطرت مخلوق جو تیری بہو کے بدن میں گھس کے اسے اذیت دے رہی ہے۔“

زینب جو پتھر کی مورتی کی طرح خاموش بیٹھی تھی، حیرت زدہ نظروں سے فرحت کی طرف دیکھنے لگی۔

”عورت ہو کے اماں، تم عورت کا درد نہیں سمجھ سکی۔ مجھے یہاں لے آئی ہو۔“ اس کے من میں ہوک اٹھی۔

زینب اور فرحت گھر آ گئیں۔ اگلے روز فرحت بڑی مشکل سے زینب کو سائیں کے پاس لے گئی۔

مزار پہنچنے پر سائیں سجاول کے چیلے نے بتایا کہ سائیں جی اپنی حویلی میں ہیں جو مزار کے قریب ہی ہے۔ آپ کو انہوں نے وہیں بلایا ہے۔ وہ دونوں حویلی چلی گئیں۔ ملازم انہیں سائیں سجاول کے کمرے میں لے آیا جہاں سائیں سجاول صوفے پر براجمان تسبیح پڑھ رہے تھے۔ دونوں قالین پر بیٹھ گئیں۔ سائیں نے زینب پر گہری نظر ڈالی پھر وہ فرحت سے مخاطب ہوا۔

”آپ دوسرے کمرے میں چلی جائیں۔ زینب کا آسیب آپ کی موجودگی میں کبھی سامنے نہیں آئے گا۔“

”لیکن سائیں......“ فرحت کچھ کہنے لگی تو سائیں گرجدار آواز میں بولا۔

”علاج کروانا ہے تو یہ کرنا پڑے گا۔“

زینب سہمی سہمی نظروں سے فرحت کی طرف دیکھنے لگی۔

”زینب۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں دوسرے کمرے میں ہوں۔“ یہ کہہ کر فرحت ملازم کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔

سائیں کے کمرے کے ساتھ کوئی دوسرا کمرہ نہیں تھا بلکہ ایک تنگ اور لمبی گلی تھی جس سے گزرنے کے بعد ایک کمرہ تھا۔ ملازم نے فرحت سے وہاں بیٹھنے کے لئے کہا۔ فرحت کا دل گھبرا رہا تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے کہیں غلط

تو نہیں ہو رہا مگر وہ حوصلہ کر کے وہاں بیٹھی رہی۔ سائیں سجاول نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔

زینب گھبرا کر دروازے کی طرف دوڑی۔ ’’آپ نے دروازہ کیوں بند کیا ہے۔‘‘

سائیں سجاول زینب کی بات کا کیا جواب دیتا، اس کی آنکھوں میں تو شیطانیت ناچ رہی تھی۔ اس نے زینب کے سر سے چادر کھینچ لی۔ جونہی زینب کا سر ننگا ہوا، سائیں سجاول کے گرد آگ بھڑک اٹھی۔ یہ کیسی آگ تھی کہ وہ آگ کی لپیٹ میں چیختا چلاتا رہا لیکن اس کے ہاتھ میں تھامی زینب کی چادر کو آگ نے چھوا تک نہیں۔ زینب نے اس شیطان کے ہاتھ سے اپنی چادر کھینچی اور اس کمرے سے باہر چلی گئی۔ پورے کمرے کو آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ حویلی میں شور برپا ہوا تو فرحت چیختی چلاتی اپنا سینہ پیٹنے لگی۔

’’ہائے، کوئی میری زینب کو بچائے۔‘‘

ادھر فاخرہ سے سلیمان کو علم ہوا کہ فرحت اور زینب سائیں سجاول کے پاس گئی ہیں تو وہ مزار کی طرف چل پڑا۔ سلیمان حویلی کے قریب پہنچا تو فرحت جلتی ہوئی حویلی کے باہر کھڑی چلا رہی تھی۔

’’کوئی میری زینب کو بچائے وہ تو اندر ہی ہے۔‘‘

سلیمان نے یہ فقرہ سنا تو وہ دیوانہ وار جلتی ہوئی حویلی کے اندر کود پڑا۔

سلیمان نے اپنی جان پر کھیل کر زینب کو ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی مگر وہ نہیں ملی۔ سلیمان بھڑکی ہوئی آگ سے باہر نہ جا سکا اور بے ہوش ہو گیا۔

آگ بجھانے والا عملہ پہنچا تو انہوں نے سلیمان کو ہسپتال پہنچا دیا۔ تین روز تک سلیمان ہسپتال رہا۔ گھر آیا تو موت جیسے سناٹے نے اس کا ذہن بھینچ کر رکھ دیا۔ فاخرہ، فرحت اور رحیم بخش کی آوازیں بھی اس سناٹے کو دور نہ کر سکیں۔ اس کی متلاشی نگاہیں پورے گھر میں زینب کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ وہ زینب کے کمرے میں اپنے نڈھال جسم کے ساتھ ڈھیر ہو گیا۔

فاخرہ زینب کے کمرے میں آئی۔

’’آپ اپنے کمرے میں آ جائیں ابھی تو ہسپتال سے آئے ہیں۔ آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔‘‘

''میں ٹھیک ہوں، تم اماں کو بلا کے لاؤ۔''

فرحت آئی تو سلیمان نے جس طرح اس کی طرف دیکھا وہ سہہ نہ سکی۔

''میری طرف اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو۔''

سلیمان کی آنکھیں دہک کے انگارہ ہو رہی تھیں۔

''آپ زینب کو سائیں سجاول کی حویلی کیوں لے گئی تھیں۔''

''وہ......وہ بیٹا، میرا اور فاخرہ کا خیال تھا کہ زینب کے اندر آسیب ہے۔''

''اور زینب وہ کیا کہتی تھی۔'' سلیمان نے فرحت سے پوچھا۔

فرحت نظریں چراتے ہوئے بولی۔ ''زینب سائیں سجاول کے پاس نہیں جانا چاہتی تھی۔''

''اماں، میں زینب کو کہاں ڈھونڈوں۔'' سلیمان اپنا سر پٹخنے لگا۔

فرحت اس کا سر سہلانے لگی۔ ''زینب کے غائب ہونے کا سائیں سجاول سے کیا تعلق، وہ تو جھلس کے مر گیا۔''

''کیا پتہ، زینب بھی اسی آگ میں جھلس کے ختم ہو گئی ہو۔'' فاخرہ بے اعتنائی سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولی۔ سلیمان نے چارپائی پر پڑے زینب کے آنچل کو ہاتھ میں لے لیا۔

''زینب کو کچھ نہیں ہو سکتا۔ حویلی سے کسی عورت کی لاش نہیں ملی۔ وہ ہم سب سے ناراض ہو کے کہیں چلی گئی ہے۔''

سلیمان اور رحیم بخش نے زینب کو ڈھونڈنے کی ہر طرح سے کوشش کی۔ پولیس سے بھی مدد لی لیکن زینب کا کہیں کچھ پتہ نہ چلا۔ چھ ماہ گزر گئے لیکن زینب کی کہیں سے کوئی اطلاع نہ آئی۔

جس زینب کی محبت کا اعتراف سلیمان نہیں کرتا تھا آج اس کے دل کی دھڑکنیں زینب کے نام کا ورد کر رہی تھیں۔ اس نے زندگی کی خوشیوں سے منہ پھیر کر خود کو غم کے اندوہناک کنویں میں غرق کر لیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے کپڑے کا کاروبار بھی ختم ہو گیا۔ گھر کی معاشی حالت بھی بگڑنے لگی۔ فاخرہ جو خوشیوں کے دنوں میں سلیمان کی ساتھی بنی تھی غم کی اس تپتی دھوپ میں سلیمان کو چھوڑ کے میکے جا بیٹھی اور اس سے طلاق

کا مطالبہ کرنے لگی۔ سلیمان نے معاملہ کورٹ تک نہ جانے دیا۔ اس نے فاخرہ کو طلاق دے دی۔ فرحت اور رحیم بخش کی دھندلی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب گئیں۔ جواب بیٹے کو غموں کے دلدل میں ڈوبتا دیکھ کر بھی وہ دونوں کچھ نہ کر پائے۔

فرحت تو یہ کہہ کر رونے لگتی کہ زینب کی آہوں نے اس گھر کی خوشیوں کو ڈس لیا ہے۔

☆......☆......☆

ایک روز بارش کی بوندیں فرحت کے صحن میں گریں تو وہ جلدی سے تار پر پھیلائے ہوئے کپڑے سمیٹنے لگی۔ ماں کے پیچھے سلیمان صحن میں آ گیا۔ بوندوں نے اس کے چہرے کو چھوا تو ایک تکلیف دہ یاد نے اس کا سینہ چیر کے رکھ دیا۔

وہ سوچوں میں گم بارش میں بھیگتا رہا، اس کی آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی آنکھوں میں بار بار زینب کا چہرہ آ رہا تھا۔ جب وہ غم سے نڈھال چھت پر بیٹھی رو رہی تھی اس روز آسمان بھی اس کا غمگسار تھا۔ فاخرہ کے گھر آنے پر وہ کس طرح رو رہی تھی۔ تیز بارش میں وہ اپنے گہنے اتار اتار کر پھینک رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ آج اس کا سب کچھ لٹ گیا۔

سلیمان گھٹنوں کے بل بیٹھ کے چلانے لگا۔ ”آج میرا بھی سب کچھ لٹ گیا۔“

فرحت بیمار رہنے لگی تھی۔ سلیمان ماں کے لئے دوا لینے دوسرے گاؤں گیا۔ حکیم کا دواخانہ ابھی کچھ فاصلے پہ تھا۔ پیاس کی شدت سے وہ ایک کچے سے گھر کے آگے کھڑا ہو گیا۔ وہاں ایک نو یا دس سال کی لڑکی ہاتھ میں قرآن پاک کا پارہ لئے کھڑی تھی۔

”گڑیا، ذرا ایک گلاس پانی تو لا دو۔“ سلیمان بچی سے مخاطب ہوا۔ بچی اندر گئی اور مٹی کے پیالے میں پانی لے آئی۔ سلیمان نے پانی پیا اور بچی سے پوچھنے لگا۔

”اور کتنے بہن بھائی ہیں آپ کے۔“

بچی انتہائی معصومیت سے بولی۔

''میرا ایک بھائی ہے اور یہ میرا گھر نہیں ہے۔ہم دس بچے آنٹی سے قرآن پاک پڑھنے آتے ہیں۔یہ آنٹی کا گھر ہے۔آنٹی اس گھر میں اکیلی ہی رہتی ہیں۔''

سلیمان نے مٹی کا پیالہ بچی کی طرف بڑھایا۔

''یہ لو اپنی آنٹی سے شکریہ کہہ دینا۔''

''آپ آنٹی سے خود شکریہ کہہ دیں۔میں انہیں بلا کر لاتی ہوں۔''بچی تیزی سے اندر بھاگ گئی۔

سلیمان مٹی کا پیالہ لے کر دروازے کی طرف بڑھا جہاں ایک چک لگی ہوئی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد چک کے پاس کوئی آیا۔سلیمان کو خفیف سا سراپا دکھائی دے رہا تھا جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ چک کے پاس کوئی لڑکی کھڑی ہے۔

''شکریہ،مسافر ہوں،پیاس لگی تھی اس لئے آپ کو تکلیف دی۔''سلیمان نے کہا۔

''خدا آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔''

چک کے پیچھے سے نسوانی آواز ابھری۔سلیمان کا پورا وجود کانپ کے رہ گیا۔اس لڑکی کی آواز اس کا لب و لہجہ بالکل زینب جیسا تھا اس سے پہلے کہ سلیمان اس سے کچھ اور کہتا وہ اندر چلی گئی۔

فرحت کی دوا لانے میں سلیمان کو تقریباً ایک گھنٹہ لگ گیا۔واپسی میں سلیمان اسی گھر کے قریب سے گزرا جہاں سے اس نے پانی پیا تھا تو اس کے قدم منجمد ہو کر رہ گئے۔اس گھر کے آگے لوگ دریوں پر بیٹھے تسبیحات پڑھنے میں مصروف تھے۔سلیمان کو ایک دھچکا سا لگا۔وہ لوگوں کے قریب گیا تو معلوم ہوا کہ اس گھر میں جو عورت رہتی تھی جس سے ایک گھنٹہ پہلے سلیمان پانی پی کے گیا تھا اب اس دنیا میں نہیں رہی۔حیرت سے سلیمان کے ہونٹ سلب ہو گئے وہ پریشانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔لوگوں میں بیٹھا ہوا ایک شخص متاسفانہ انداز میں بولا۔

''اماں بتاتی ہیں کہ بیچاری اکیلی عورت تھی۔محلے کے بچوں کو قرآن پاک پڑھاتی تھی کوئی نہیں جانتا تھا کہ کہاں سے آئی ہے۔سب بچے بڑے اسے بی بی کہتے تھے۔اب اس کی لاوارث لاش کسی اپنے کی منتظر ہے کہ کوئی اپنا آئے اور اسے سپرد خاک کر دے۔اماں اس کے سامان میں اس کے کسی عزیز کا پتہ ڈھونڈ رہی ہیں۔''

سلیمان نڈھال ہوگیا۔اس نے مرے مرے سے لہجے میں پوچھا۔

''کیا ہوا تھا......''

''دماغ کی رگ پھٹ گئی ہے۔سنا ہے کہ اکثر اس کے سر میں درد رہتا تھا۔ایک دو بار تو دورے کی سی کیفیت ہوگئی تھی پھر اماں نے سنبھالا۔''

اندر سے ایک بوڑھی عورت ہاتھ میں کچھ چیزیں لے کر باہر آئی۔

گفتگو کرنے والے شخص نے بوڑھی عورت کی طرف دیکھا۔

''اماں آگئی ہیں۔'' وہ تیزی سے بوڑھی عورت کی طرف بڑھا۔سلیمان بھی اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

بوڑھی عورت کے ہاتھ میں ایک ڈائری اور سونے کے کنگن تھے۔یہ دونوں چیزیں زینب کی تھیں۔

سلیمان نے کانپتے ہاتھوں سے بوڑھی عورت سے ڈائری لی تو زینب کی غموں میں ڈوبی ہوئی تحریریں اس کی آنکھوں کے سامنے تھیں۔کسی نے سلیمان کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی۔دل کی دھڑکن اس قدر تیز ہوگئی کہ سانس پھولنے لگا۔

وہ اپنے ہونٹوں کو تر کرتے ہوئے بمشکل بولا۔

''میں اس بدنصیب بی بی زینب کا شوہر ہوں۔''

اپنی محبت کو اپنے ہاتھوں سے سپردخاک کر کے سلیمان خود بھی زندہ لاش بن گیا۔

آہ جو لوگ دوسروں کے سچے پیار کو ٹھکراتے ہیں وہ خود وقت کی ٹھوکر پر رہتے ہیں۔